بسم الله الرحمن الرحيم

# پارہ نمبر 1

# سورة البقرة

## آیت نمبر 20 - 9

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ط ٩

# مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

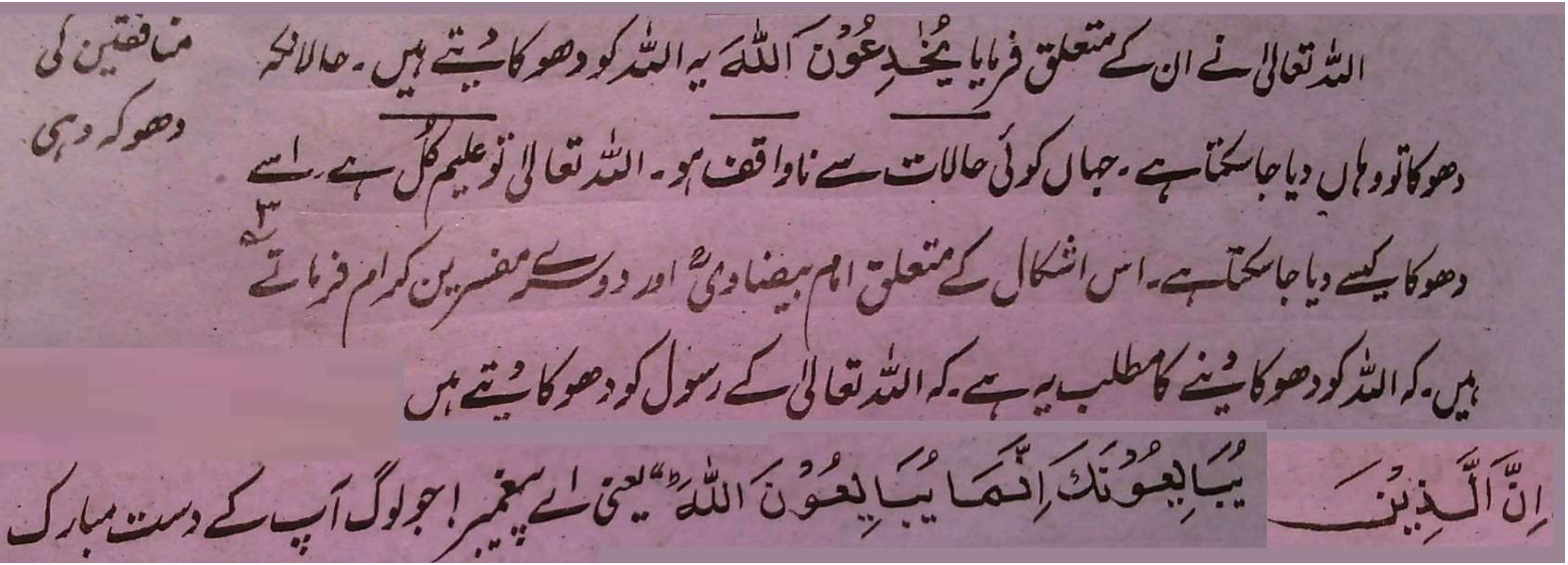

منافقین کی دھوکہ دہی

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ دھوکا تو وہاں دیا جاسکتا ہے۔ جہاں کوئی حالات سے ناواقف ہو۔ اللہ تعالیٰ تو علیم کل ہے۔ اسے دھوکا کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس اشکال کے متعلق امام بیضاویؒ اور دوسرے مفسرین کرام فرماتے[۳] ہیں۔ کہ اللہ کو دھوکا دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو دھوکا دیتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ "یعنی اے پیغمبر! جو لوگ آپ کے دست مبارک

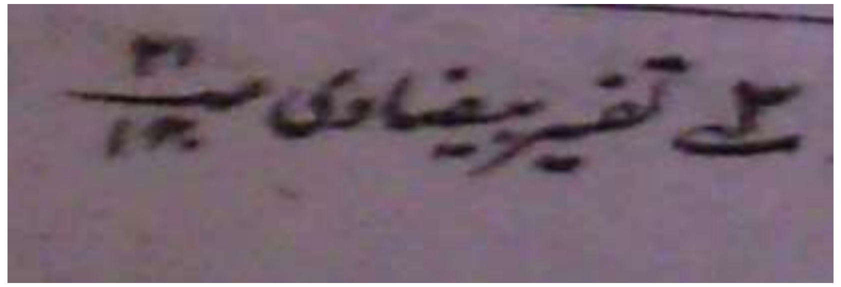

[۳] تفسیر بیضاوی ۳/۱۴۰

جاری ہے

پر بعیت کرتے ہیں، وہ گویا اللہ کے ہاتھ پر بعیت کرتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ کیونکہ رسول خدا کا نائب اور اس کا پیغام مخلوق تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام امور کی رضا کے لیے انجام دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کو دھوکا دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ لوگ اللہ کے رسول کو دھوکا دیتے ہیں۔

**مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:**

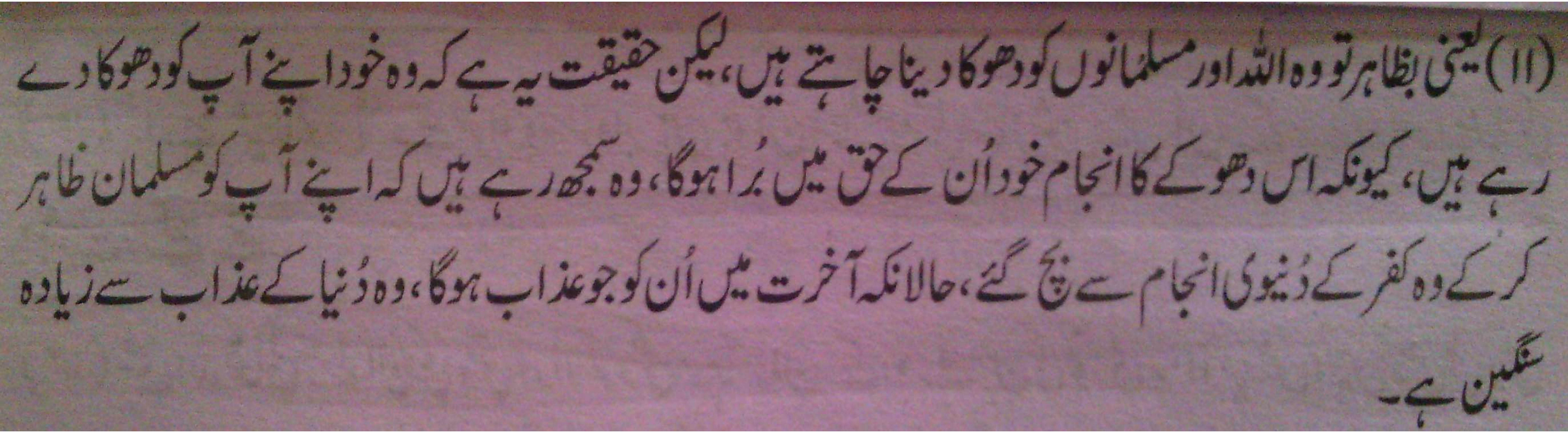

(۱۱) یعنی بظاہر تو وہ اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، کیونکہ اس دھوکے کا انجام خود اُن کے حق میں بُرا ہوگا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے وہ کفر کے دُنیوی انجام سے بچ گئے، حالانکہ آخرت میں اُن کو جو عذاب ہوگا، وہ دُنیا کے عذاب سے زیادہ سنگین ہے۔

## مولانا مودودیؒ (تفہیم القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

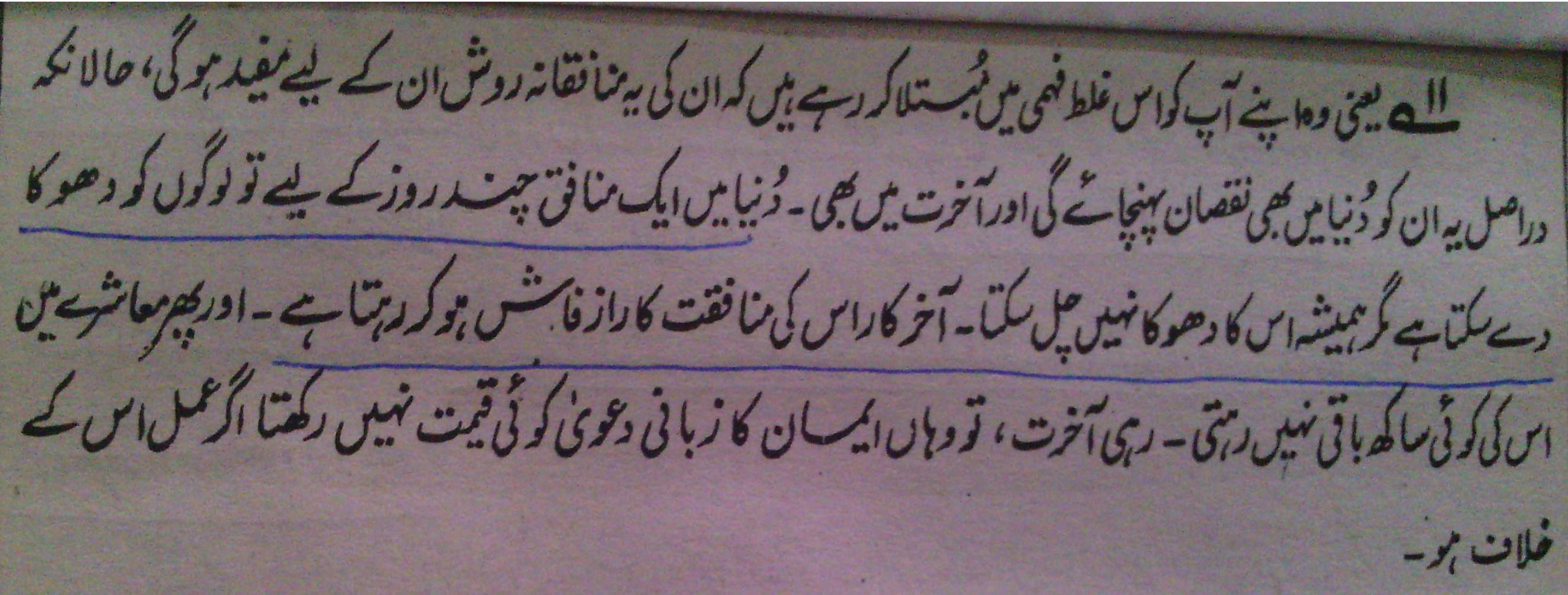

۱۱ یعنی وہ اپنے آپ کو اس غلط فہمی میں مُبتلا کر رہے ہیں کہ ان کی یہ منافقانہ روش ان کے لیے مفید ہو گی، حالانکہ دراصل یہ ان کو دُنیا میں بھی نقصان پہنچائے گی اور آخرت میں بھی۔ دُنیا میں ایک منافق چند روز کے لیے تو لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے مگر ہمیشہ اس کا دھوکا نہیں چل سکتا۔ آخر کار اس کی منافقت کا راز فاش ہو کر رہتا ہے۔ اور پھر معاشرے میں اس کی کوئی ساکھ باقی نہیں رہتی۔ رہی آخرت، تو وہاں ایمان کا زبانی دعویٰ کوئی قیمت نہیں رکھتا اگر عمل اس کے خلاف ہو۔

ابن کثیرؒ (تفسیر ابن کثیر میں) فرماتے ہیں کہ:

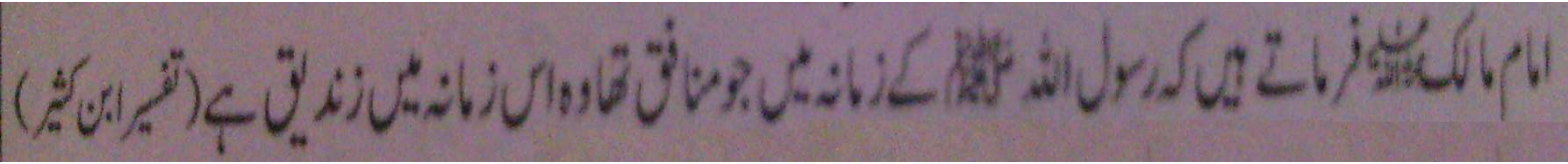

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو منافق تھا وہ اس زمانہ میں زندیق ہے (تفسیر ابن کثیر)

مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

## زندیق کی تعریف:

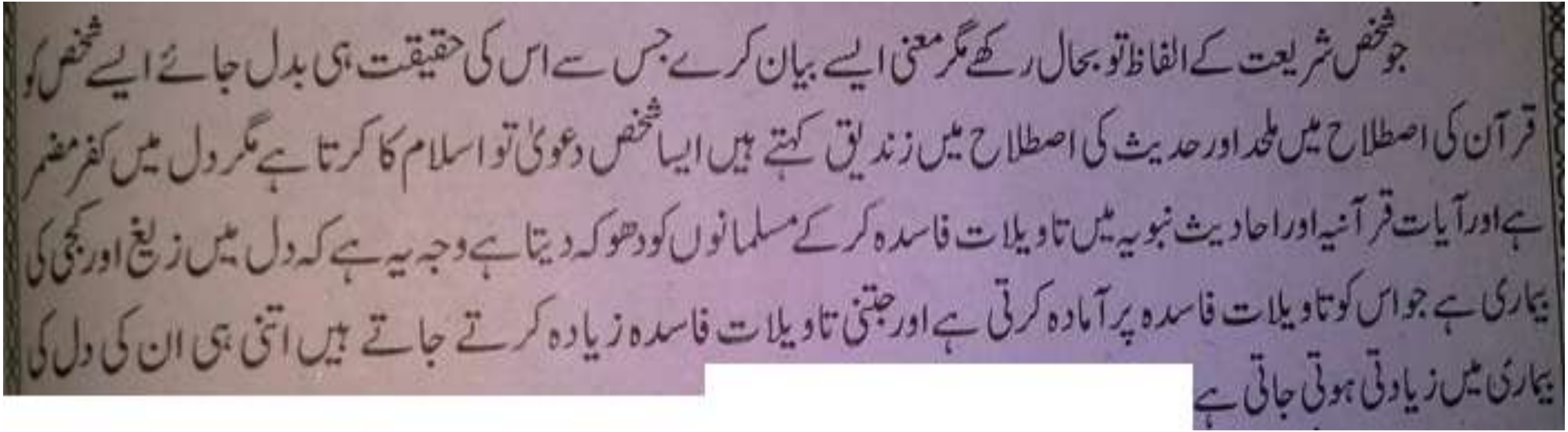

جو شخص شریعت کے الفاظ تو بحال رکھے مگر معنی ایسے بیان کرے جس سے اس کی حقیقت ہی بدل جائے ایسے شخص کو قرآن کی اصطلاح میں ملحد اور حدیث کی اصطلاح میں زندیق کہتے ہیں ایسا شخص دعوئی تو اسلام کا کرتا ہے مگر دل میں کفر مضمر ہے اور آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں تاویلات فاسدہ کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ دل میں زیغ اور کجی کی بیماری ہے جو اس کو تاویلات فاسدہ پر آمادہ کرتی ہے اور جتنی تاویلات فاسدہ زیادہ کرتے جاتے ہیں اتنی ہی ان کی دل کی بیماری میں زیادتی ہوتی جاتی ہے

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ ۙ۵

بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ⑩

## مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

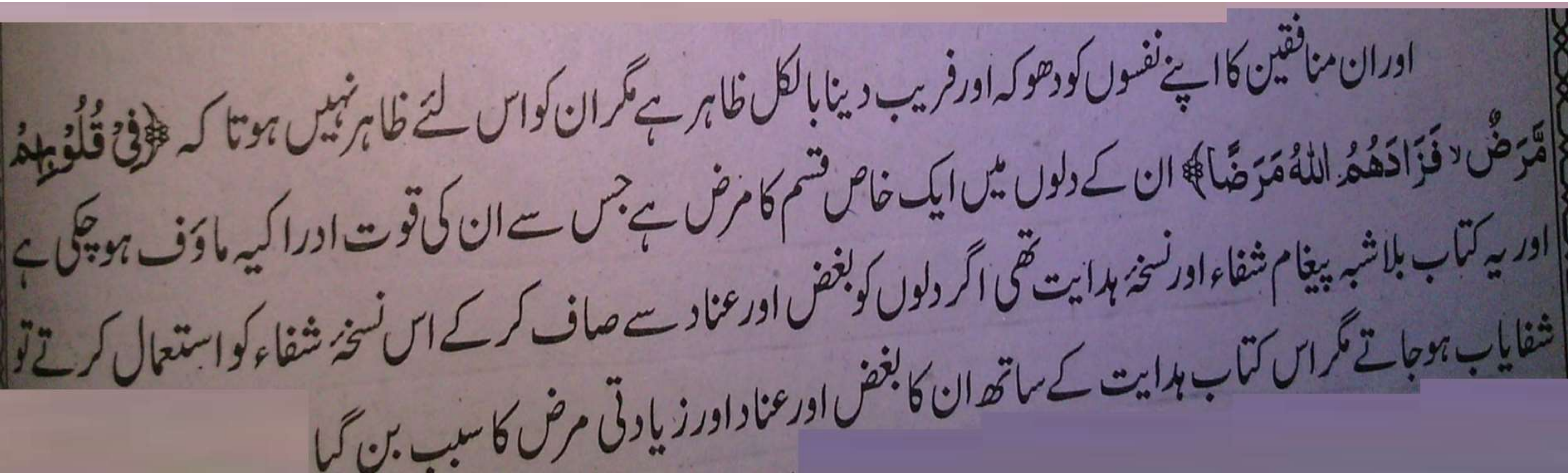

اور ان منافقین کا اپنے نفسوں کو دھوکہ اور فریب دینا بالکل ظاہر ہے مگر ان کو اس لئے ظاہر نہیں ہوتا کہ ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ ان کے دلوں میں ایک خاص قسم کا مرض ہے جس سے ان کی قوت ادراکیہ ماؤف ہو چکی ہے اور یہ کتاب بلاشبہ پیغام شفاء اور نسخۂ ہدایت تھی اگر دلوں کو بغض اور عناد سے صاف کر کے اس نسخۂ شفاء کو استعمال کرتے تو شفایاب ہو جاتے مگر اس کتاب ہدایت کے ساتھ ان کا بغض اور عناد اور زیادتی مرض کا سبب بن گیا

# حدیث مبارکہ

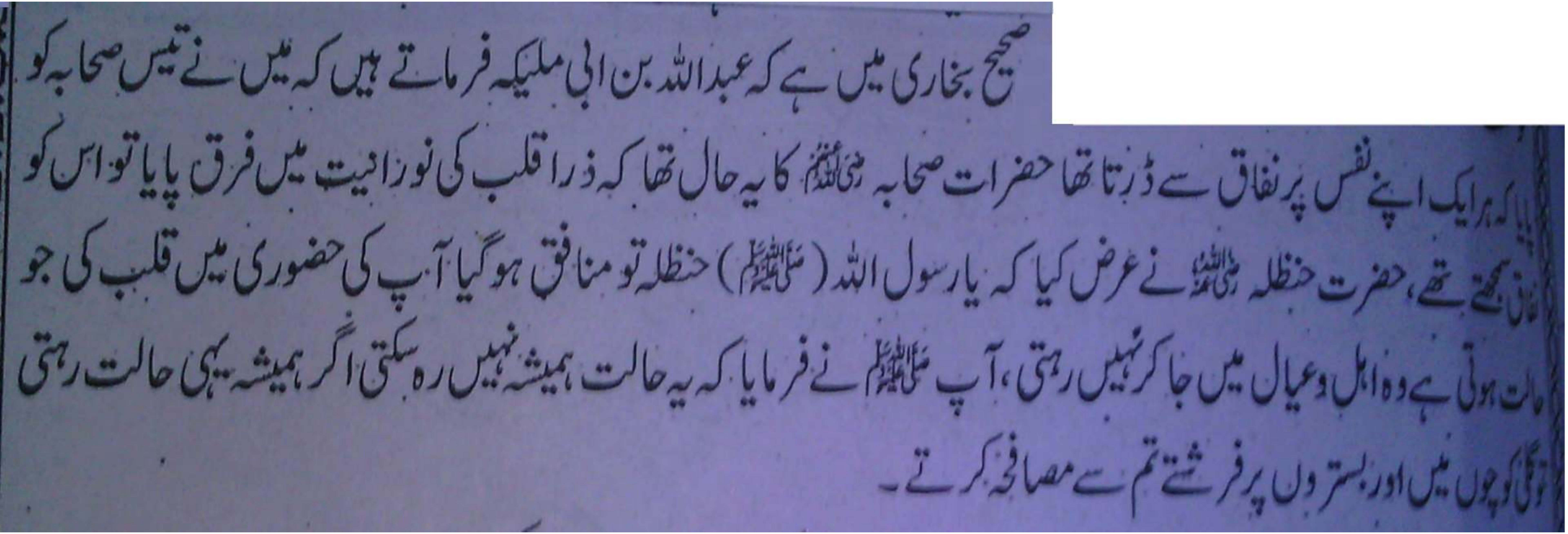

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس صحابہ کو
پایا کہ ہرایک اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ ذرا قلب کی نورانیت میں فرق پایا تو اس کو
فق سمجھتے تھے، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) حنظلہ تو منافق ہو گیا آپ کی حضوری میں قلب کی جو
ات ہوتی ہے وہ اہل وعیال میں جاکر نہیں رہتی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہ سکتی اگر ہمیشہ یہی حالت رہتی
تو گلی کوچوں میں اور بستروں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔

**ابن ابی ملیکہؒ** : صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر

**حضرت حنظلہؓ** : صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَجَوَازِ تَرْكِ ذَلِكَ فِي بَعْضِ الأَوْقَاتِ وَالاِشْتِغَالِ بِالدُّنْيَا ، حدیث: 7142

## مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

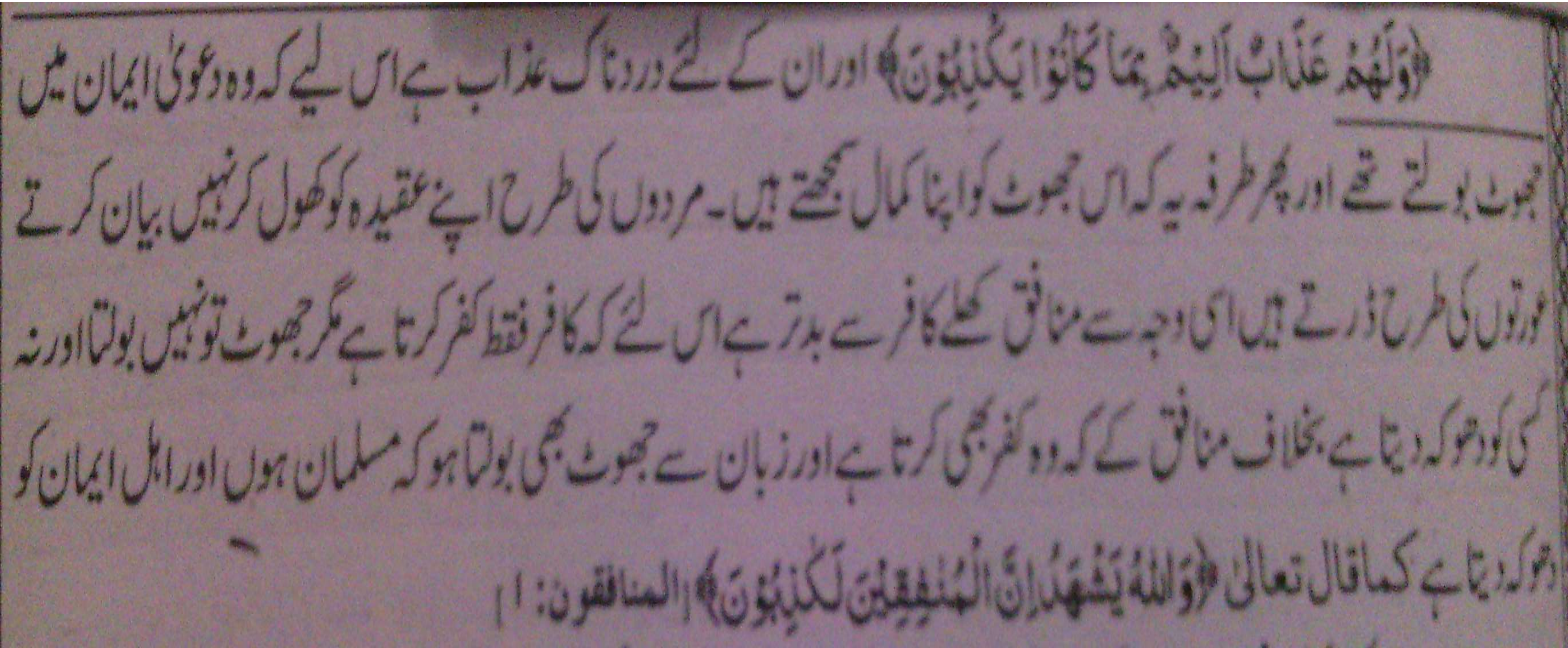

﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ دعویٰ ایمان میں جھوٹ بولتے تھے اور پھر طرفہ یہ کہ اس جھوٹ کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ مردوں کی طرح اپنے عقیدہ کو کھول کر نہیں بیان کرتے عورتوں کی طرح ڈرتے ہیں ای وجہ سے منافق کھلے کافر سے بدتر ہے اس لئے کہ کافر فقط کفر کرتا ہے مگر جھوٹ تو نہیں بولتا اور نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے بخلاف منافق کے کہ وہ کفر بھی کرتا ہے اور زبان سے جھوٹ بھی بولتا ہو کہ مسلمان ہوں اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتا ہے کما قال تعالیٰ ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [المنافقون: 1]

**مولانا مودودیؒ ( تفہیم القرآن میں ) فرماتے ہیں کہ :**

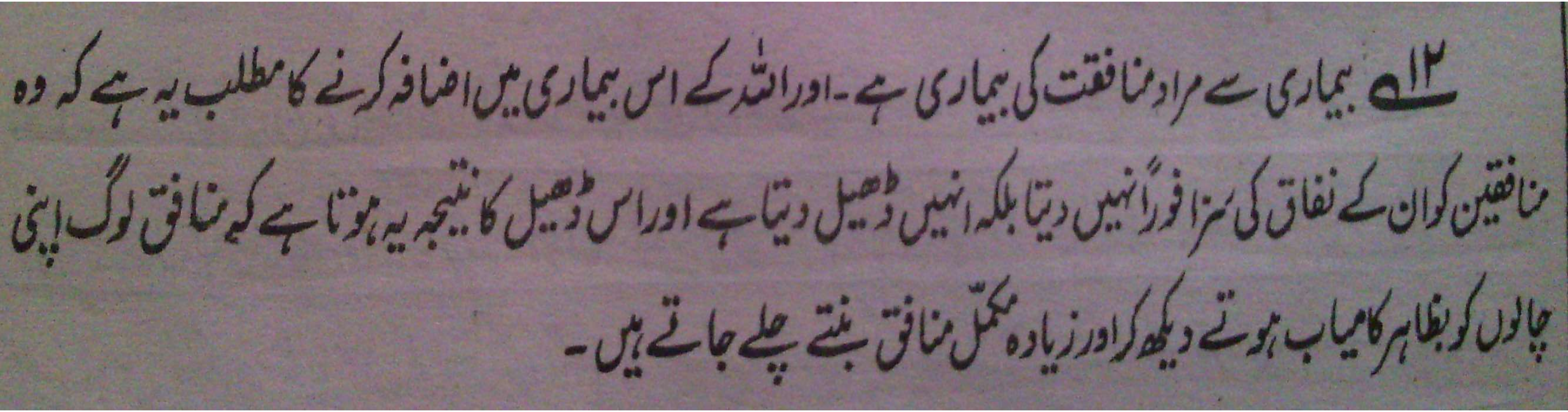

۱۲؎ بیماری سے مراد منافقت کی بیماری ہے۔ اور اللہ کے اس بیماری میں اضافہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین کو ان کے نفاق کی سزا فوراً نہیں دیتا بلکہ انہیں ڈھیل دیتا ہے اور اس ڈھیل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منافق لوگ اپنی چالوں کو بظاہر کامیاب ہوتے دیکھ کر اور زیادہ مکمّل منافق بنتے چلے جاتے ہیں۔

## مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

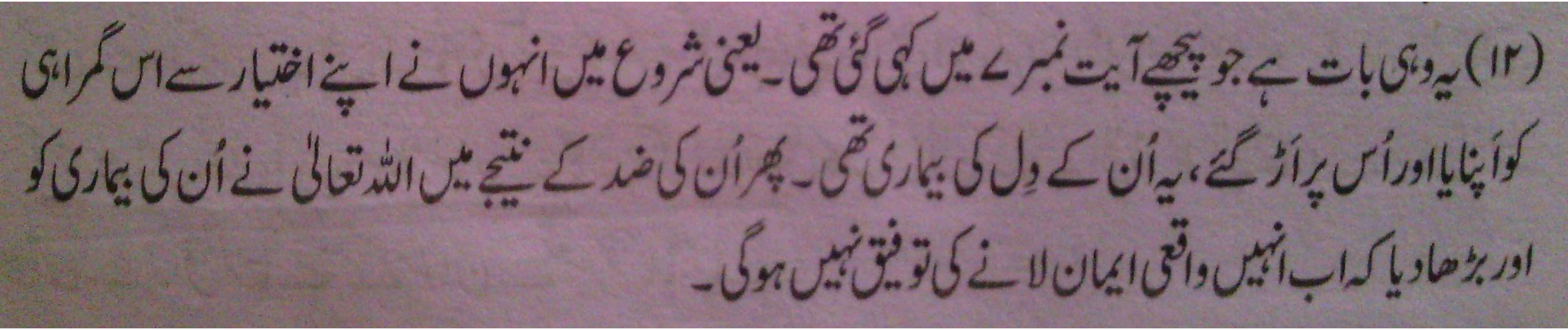

(۱۲) یہ وہی بات ہے، جو پیچھے آیت نمبر ۷ میں کہی گئی تھی۔ یعنی شروع میں انہوں نے اپنے اختیار سے اس گمراہی
کو اپنایا اور اُس پر اَڑ گئے، یہ اُن کے دِل کی بیماری تھی۔ پھر اُن کی ضد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی بیماری کو
اور بڑھا دیا کہ اب انہیں واقعی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوگی۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

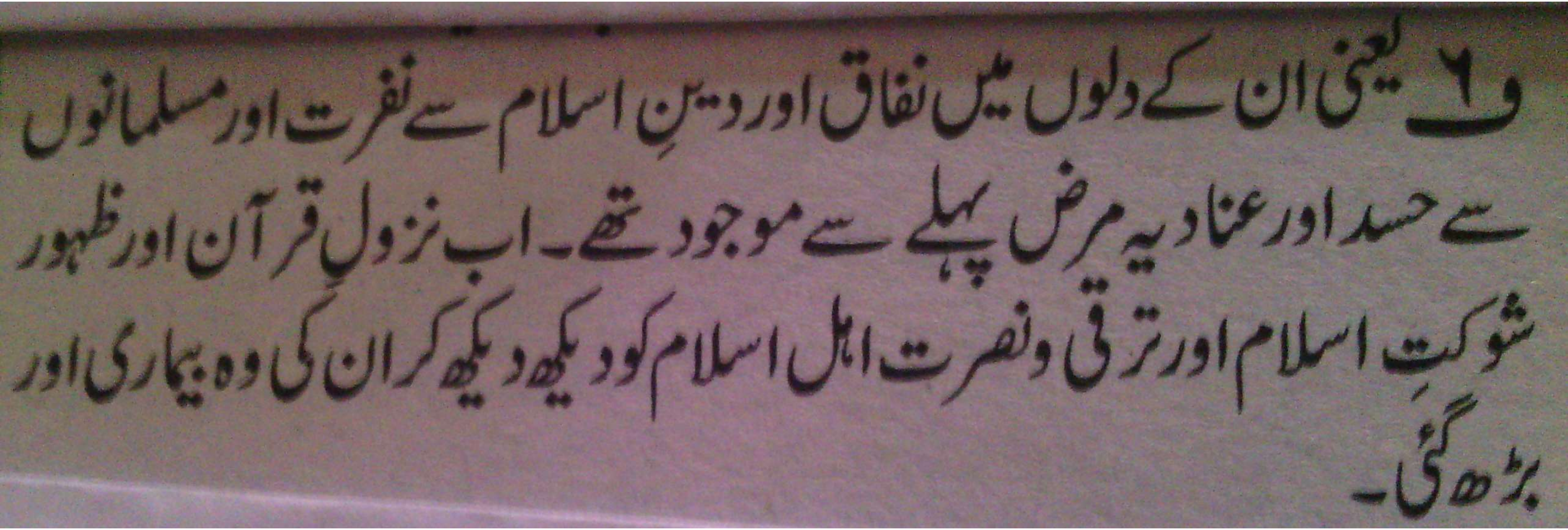

ف٦ یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دینِ اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے۔ اب نزولِ قرآن اور ظہور شوکتِ اسلام اور ترقی و نصرت اہل اسلام کو دیکھ کر ان کی وہ بیماری اور بڑھ گئی۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

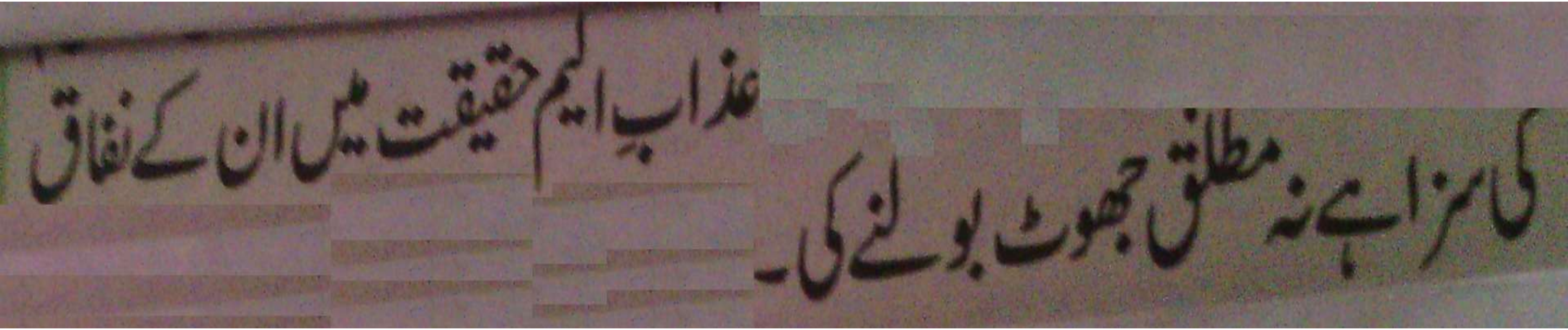

عذاب الیم حقیقت میں ان کے نفاق کی سزا ہے نہ مطلق جھوٹ بولنے کی۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

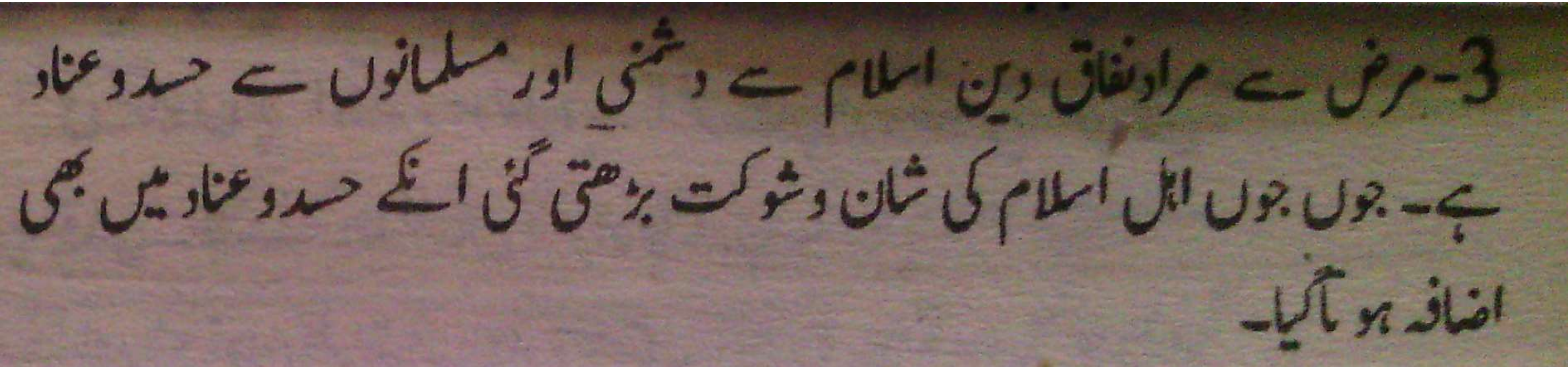

3۔ مرض سے مراد نفاق دین اسلام سے دشمنی اور مسلمانوں سے حسد و عناد ہے۔ جوں جوں اہل اسلام کی شان و شوکت بڑھتی گئی انکے حسد و عناد میں بھی اضافہ ہو گیا۔

## مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

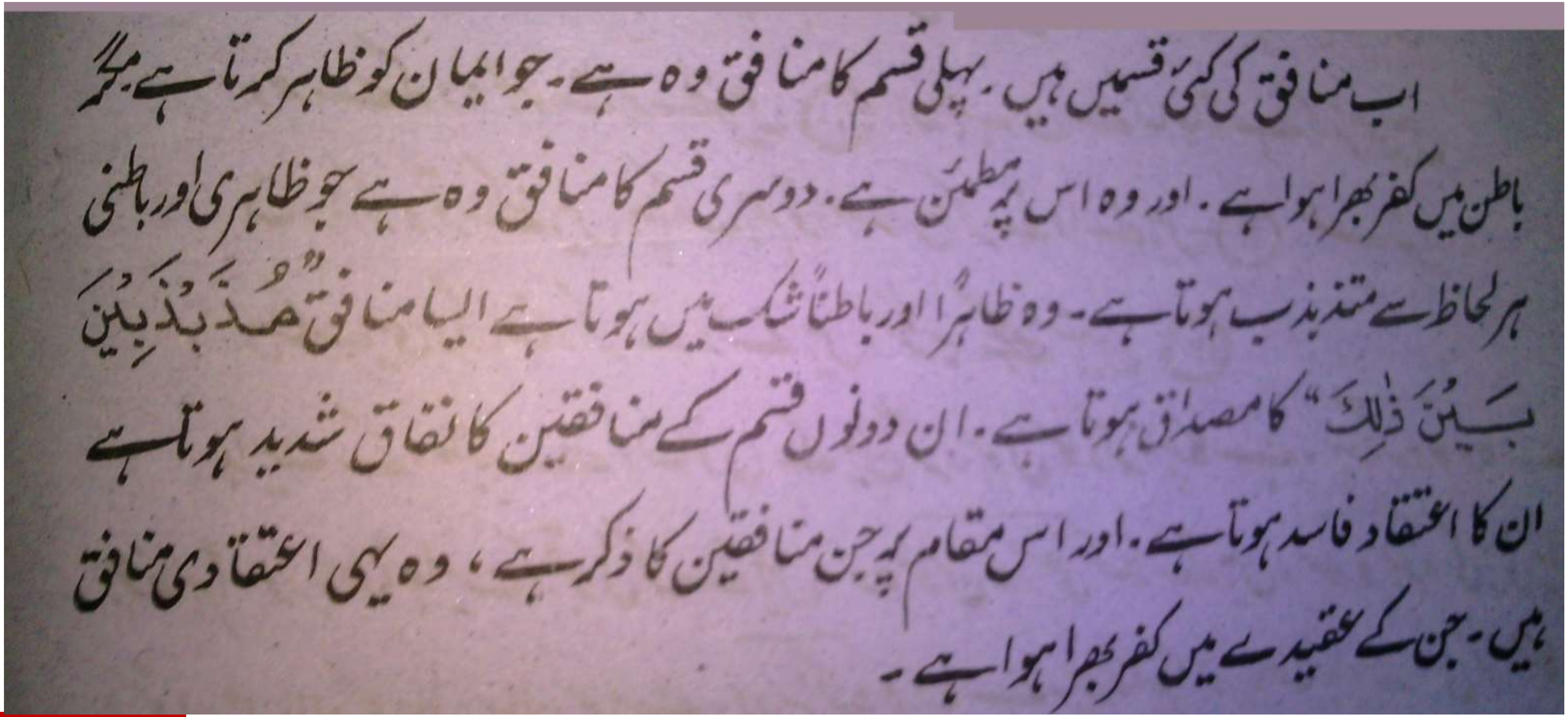

اب منافق کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا منافق وہ ہے۔ جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر باطن میں کفر بھرا ہوا ہے۔ اور وہ اس پہ مطمئن ہے۔ دوسری قسم کا منافق وہ ہے جو ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے متذبذب ہوتا ہے۔ وہ ظاہراً اور باطناً شک میں ہوتا ہے ایسا منافق "مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ" کا مصداق ہوتا ہے۔ ان دونوں قسم کے منافقین کا نفاق شدید ہوتا ہے ان کا اعتقاد فاسد ہوتا ہے۔ اور اس مقام پہ جن منافقین کا ذکر ہے، وہ یہی اعتقادی منافق ہیں۔ جن کے عقیدے میں کفر بھرا ہوا ہے۔

جاری ہے

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

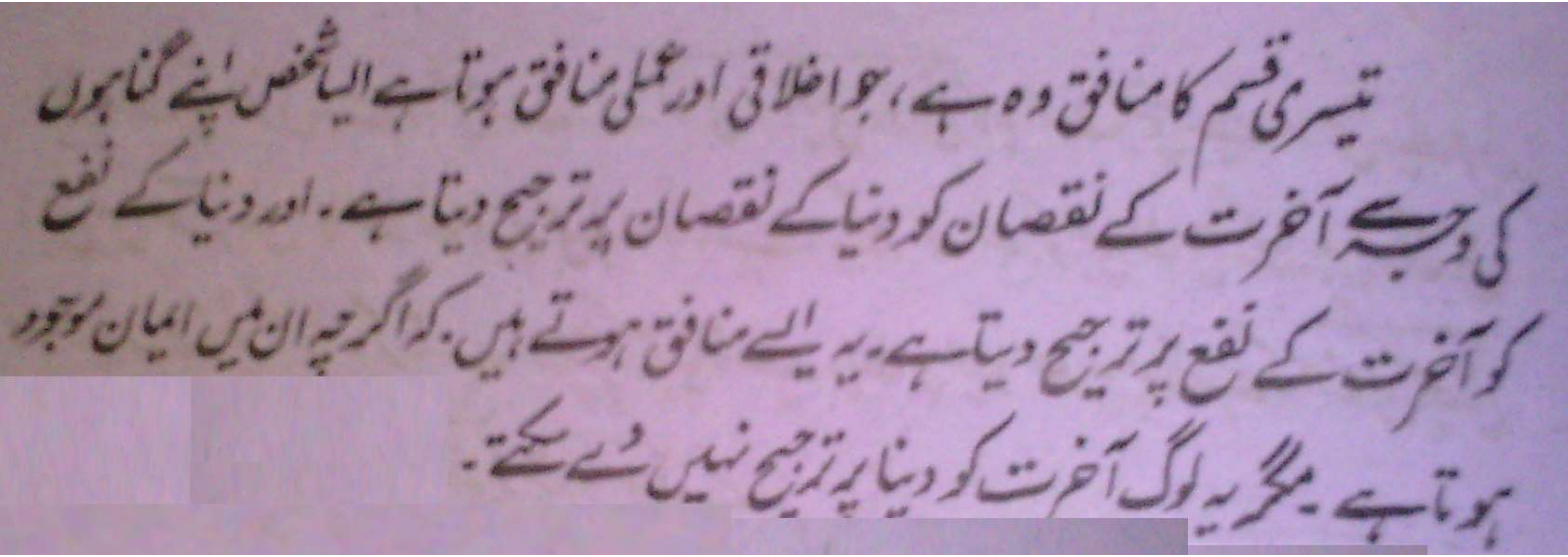

تیسری قسم کا منافق وہ ہے، جو اخلاقی اور عملی منافق ہوتا ہے ایسا شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے آخرت کے نقصان کو دنیا کے نقصان پر ترجیح دیتا ہے۔ اور دنیا کے نفع کو آخرت کے نفع پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ ایسے منافق ہوتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان میں ایمان موجود ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ آخرت کو دنیا پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

**مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:**

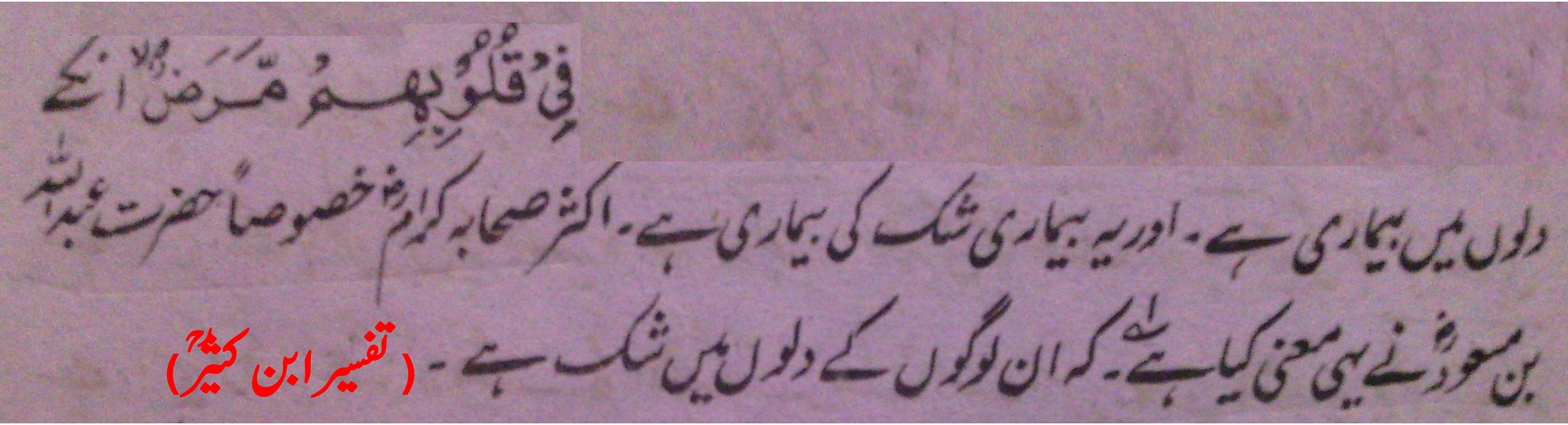

فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ الخ

دلوں میں بیماری ہے۔ اور یہ بیماری شک کی بیماری ہے۔ اکثر صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہی معنی کیا ہے[۱]۔ کہ ان لوگوں کے دلوں میں شک ہے۔

(تفسیر ابن کثیرؒ)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُواْ فِى ٱلۡأَرۡضِ ۙ قَالُوٓاْ إِنَّمَا نَحۡنُ
مُصۡلِحُونَ ١١

**امام طبریؒ اور ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ:**

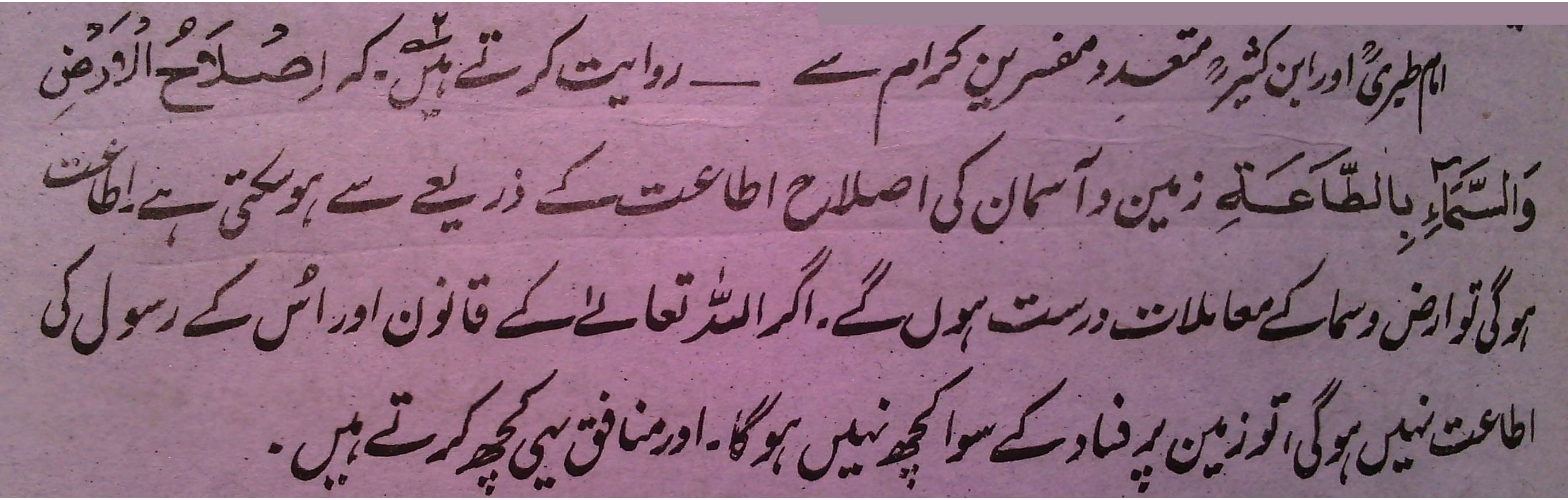

امام طبریؒ اور ابن کثیرؒ متعدد مفسرین کرام سے — روایت کرتے ہیں[۲] کہ اِصْلَاحُ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِالطَّاعَۃِ[۲] زمین و آسمان کی اصلاح اطاعت کے ذریعے سے ہو سکتی ہے اطاعت ہو گی تو ارض و سما کے معاملات درست ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے قانون اور اُس کے رسول کی اطاعت نہیں ہو گی، تو زمین پر فساد کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ اور منافق یہی کچھ کرتے ہیں۔

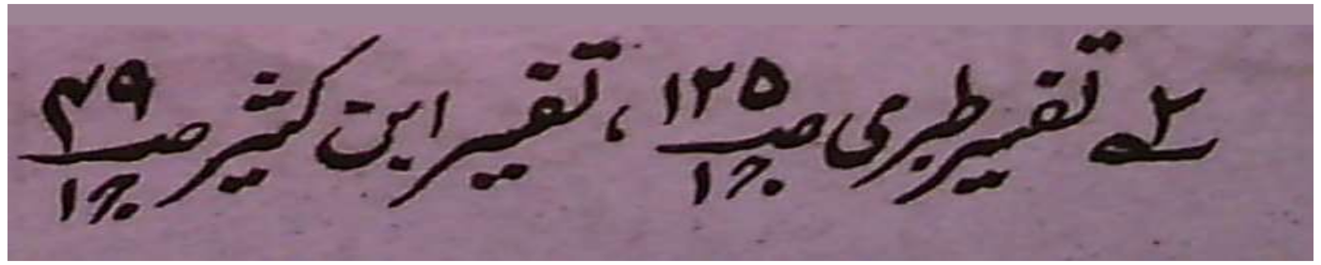

[۲] تفسیر طبری ص ۱۲۵ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۴۹ ج ۱

# شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

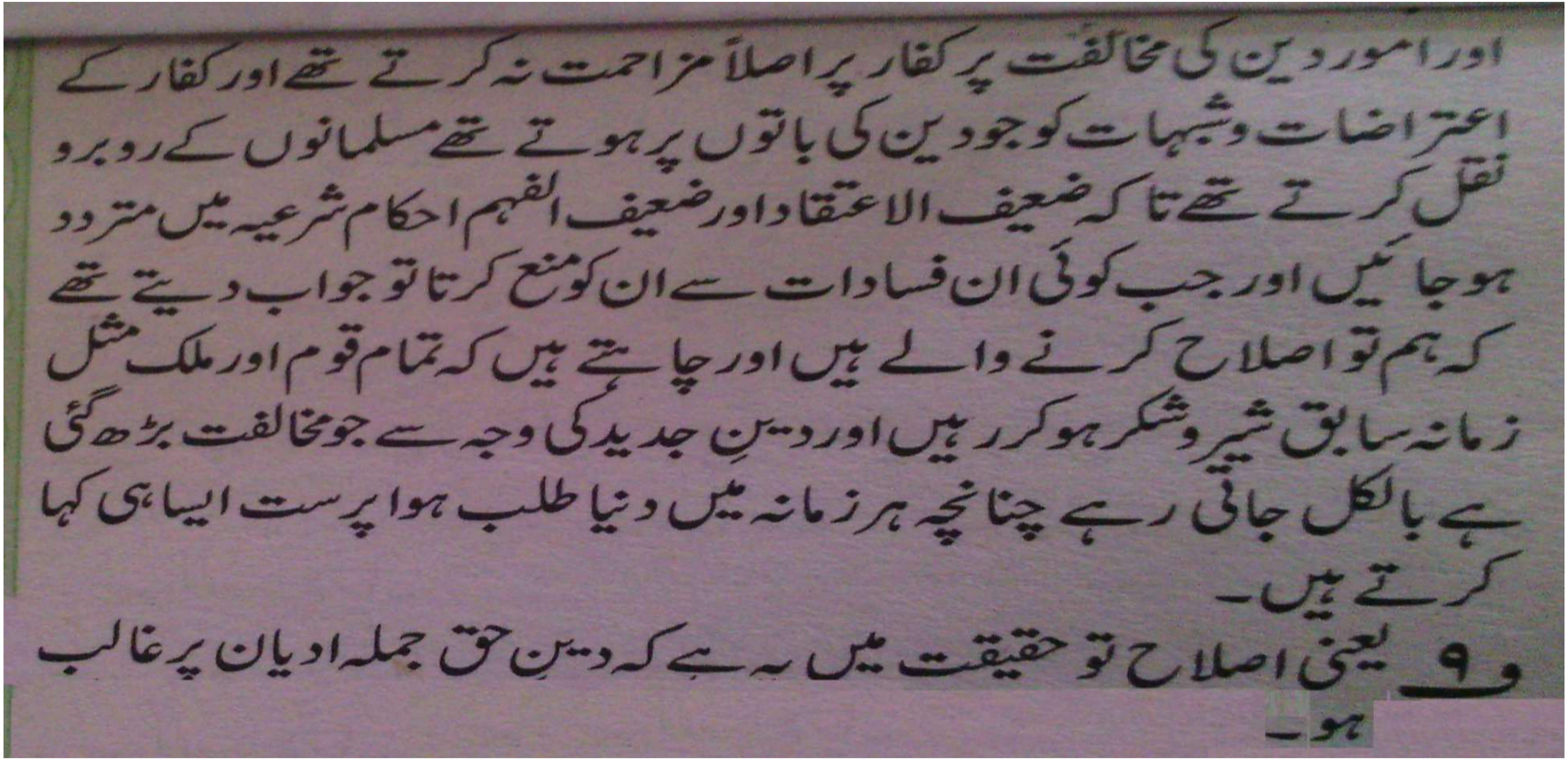

اور امور دین کی مخالفت پر کفار پر اصلاً مزاحمت نہ کرتے تھے اور کفار کے اعتراضات وشبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے مسلمانوں کے روبرو نقل کرتے تھے تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں اور جب کوئی ان کو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانہ سابق شیر وشکر ہو کر رہیں اور دینِ جدید کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ گئی ہے بالکل جاتی رہے چنانچہ ہر زمانہ میں دنیا طلب ہوا پرست ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

ف ۹ یعنی اصلاح تو حقیقت میں یہ ہے کہ دینِ حق جملہ ادیان پر غالب ہو۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

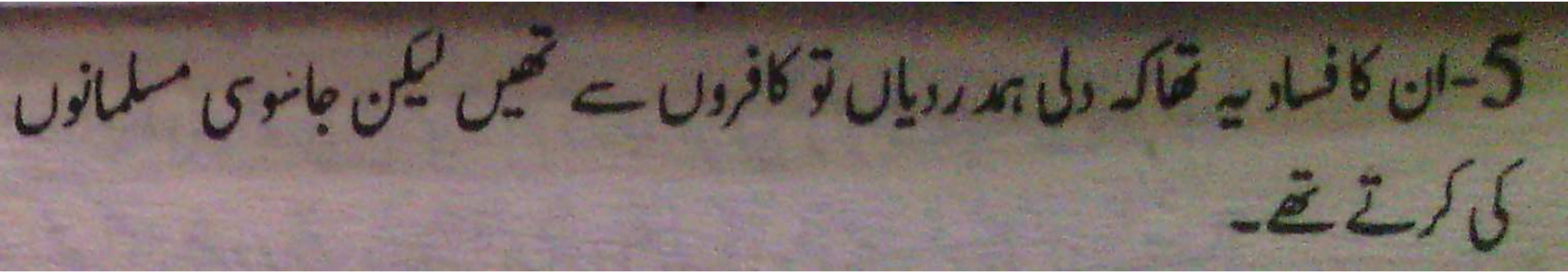

5-ان کا فساد یہ تھا کہ دلی ہمدردیاں تو کافروں سے تھیں لیکن جاسوسی مسلمانوں کی کرتے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

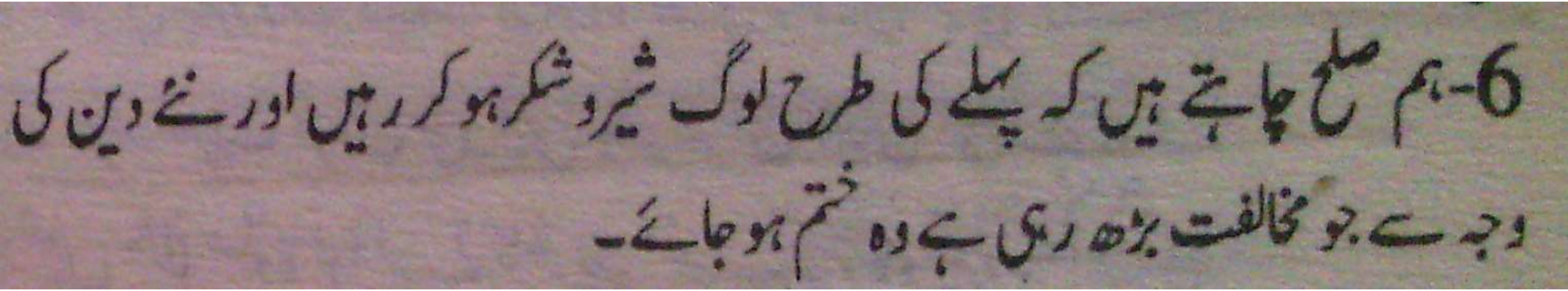

6-ہم صلح چاہتے ہیں کہ پہلے کی طرح لوگ شیر و شکر ہو کر رہیں اور نئے دین کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ رہی ہے وہ ختم ہو جائے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ١٢

## شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

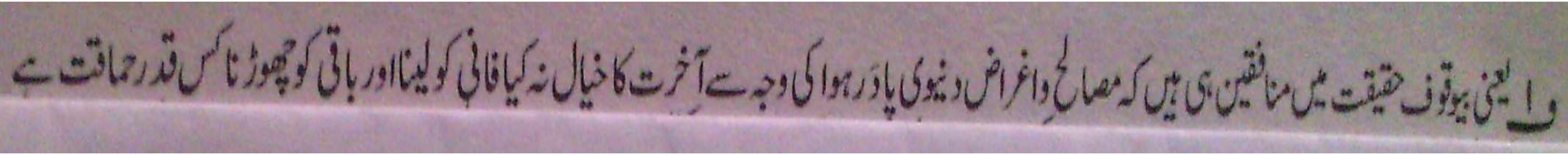

ف۱ یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالحِ واغراض دنیوی یادر ہوا کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا فانی کو لینا اور باقی کو چھوڑنا کس قدر حماقت ہے

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ
السُّفَهَآءُ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُونَ (١٣)

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں **بحوالہ : تفسیر دُرِّ منثور**) فرماتے ہیں کہ :

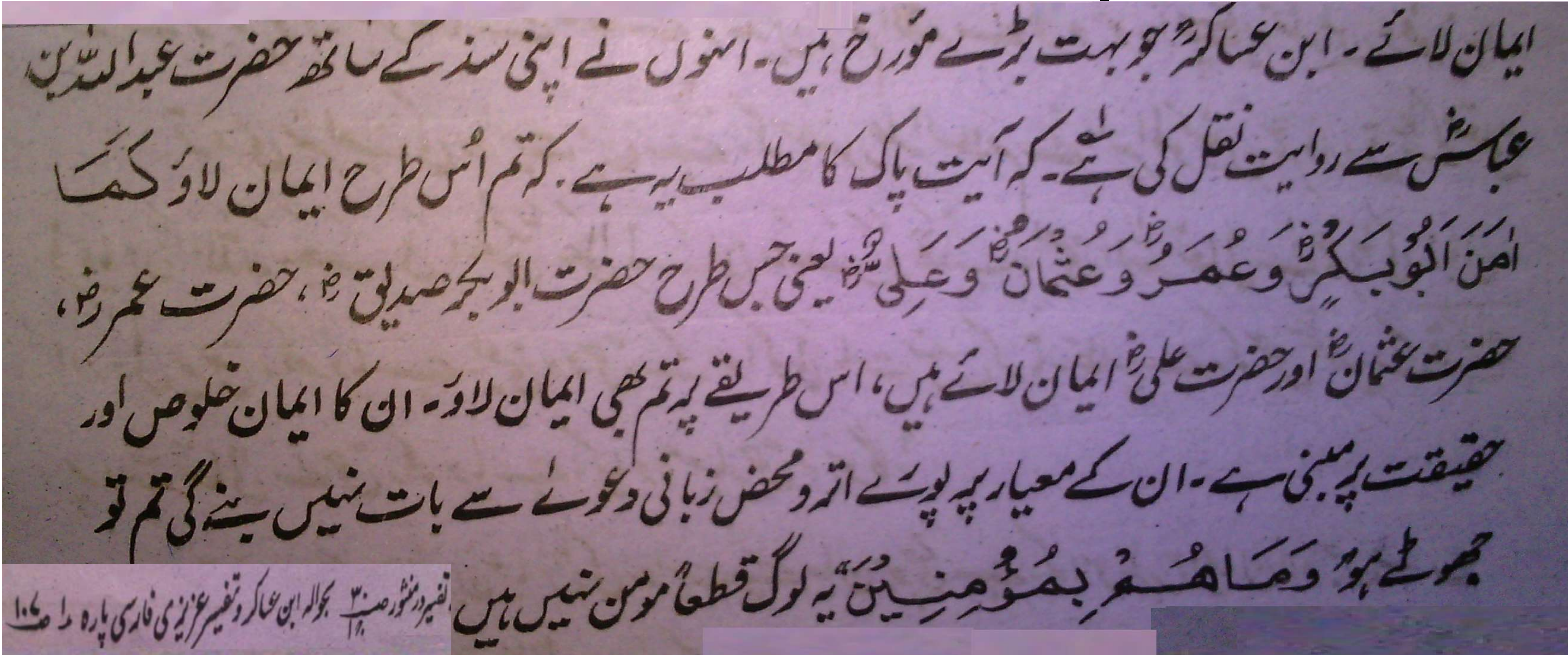

ایمان لائے۔ ابن عساکرؒ جو بہت بڑے مؤرخ ہیں۔ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ آیت پاک کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم اُس طرح ایمان لاؤ کَمَا اٰمَنَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَعُثْمَانُؓ وَعَلِیٌّؓ یعنی جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ایمان لائے ہیں، اس طریقے پہ تم بھی ایمان لاؤ۔ ان کا ایمان خلوص اور حقیقت پر مبنی ہے۔ ان کے معیار پہ پورے اترو محض زبانی دعوے سے بات نہیں بنے گی تم تو جھوٹے ہو۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ یہ لوگ قطعاً مومن نہیں ہیں

تفسیر در منثور ص ۳۰ ج ۱ بحوالہ ابن عساکر و تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۱ ص ۱۰۷

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

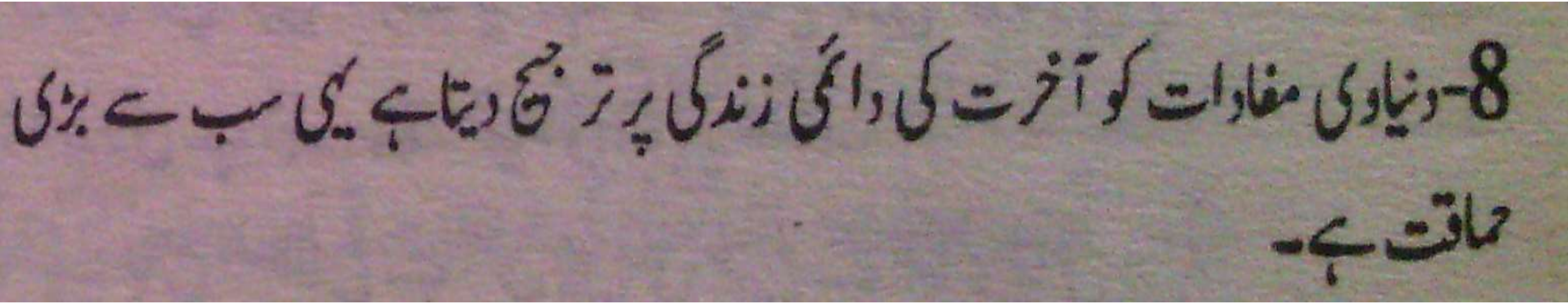

8- دنیاوی مفادات کو آخرت کی دائمی زندگی پر ترجیح دیتا ہے یہی سب سے بڑی حماقت ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْآ اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ
قَالُوْآ اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

## مولانا امین احسن اصلاحیؒ (تدبُّر قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

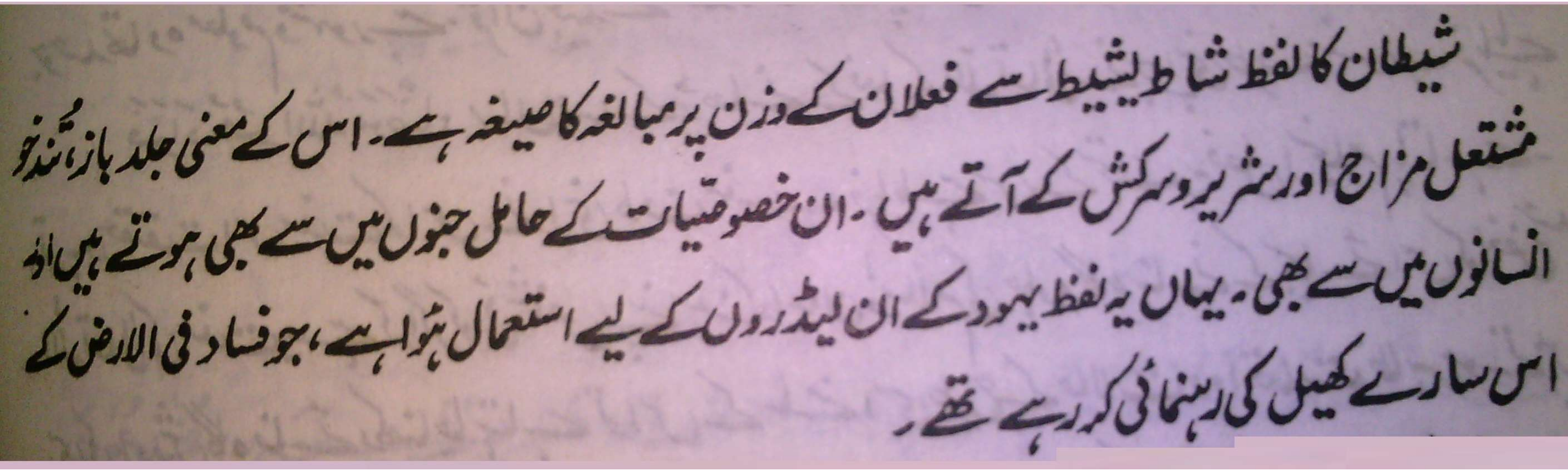

شیطان کا لفظ شاط یشیط سے فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی جلد باز، تند خو مشتعل مزاج اور شریر و سرکش کے آتے ہیں۔ ان خصوصیات کے حامل جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں او انسانوں میں سے بھی۔ یہاں یہ لفظ یہود کے ان لیڈروں کے لیے استعمال ہوا ہے، جو فساد فی الارض کے اس سارے کھیل کی رہنمائی کر رہے تھے۔

مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

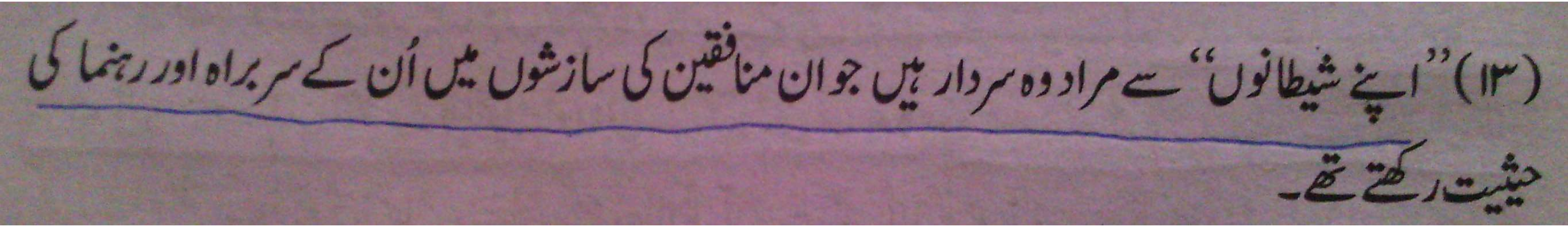

(۱۴) ''اپنے شیطانوں'' سے مراد وہ سردار ہیں جو ان منافقین کی سازشوں میں اُن کے سربراہ اور رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔

# شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

۲۱۔ شیاطین (یعنی شریر لوگ) مراد ان سے یا تو وہ کفار ہیں جو اپنے کفر کو سب پر ظاہر کرتے تھے یا وہ منافقین مراد ہیں جو ان میں رئیس سمجھے جاتے تھے۔

۲۲۔ یعنی کفر و اعتقاد دین کے معاملے میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتے۔

**۲۳۔ مومنین سے استہزاء:** یعنی ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقعی میں اُن کے موافق ہیں ہم تو اُن سے تمسخر کرتے ہیں اور اُن کی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم اُن کے راز کی باتیں اڑا لاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ١٥

**قول صحابیؓ مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں بحوالہ: معالم التنزیل و تفسیر خازن) فرماتے ہیں کہ:**

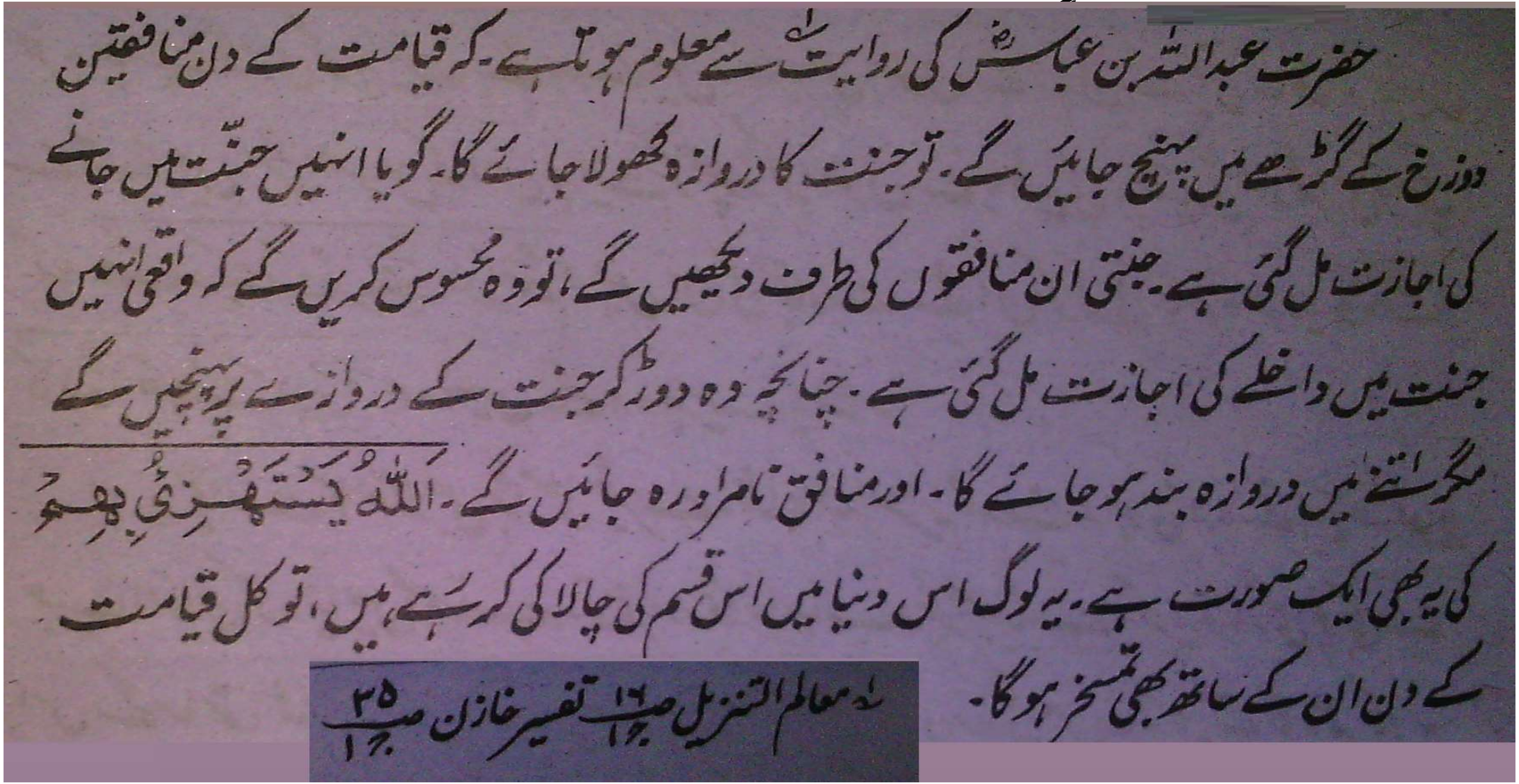

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتؓ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قیامت کے دن منافقین دوزخ کے گڑھے میں پہنچ جائیں گے۔ تو جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ گویا انہیں جنت میں جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ جنتی ان منافقوں کی طرف دیکھیں گے، تو وہ محسوس کریں گے کہ واقعی انہیں جنت میں داخلے کی اجازت مل گئی ہے۔ چنانچہ وہ دوڑ کر جنت کے دروازے پر پہنچیں گے مگر اتنے میں دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور منافق نامراد رہ جائیں گے۔ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ یہ لوگ اس دنیا میں اس قسم کی چالاکی کر رہے ہیں، تو کل قیامت کے دن ان کے ساتھ بھی تمسخر ہو گا۔

لہ معالم التنزیل ص ۱۶ ج ۱ تفسیر خازن ص ۲۵ ج ۱

# مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں بحوالہ : تفسیر ابن کثیرؒ) فرماتے ہیں کہ:

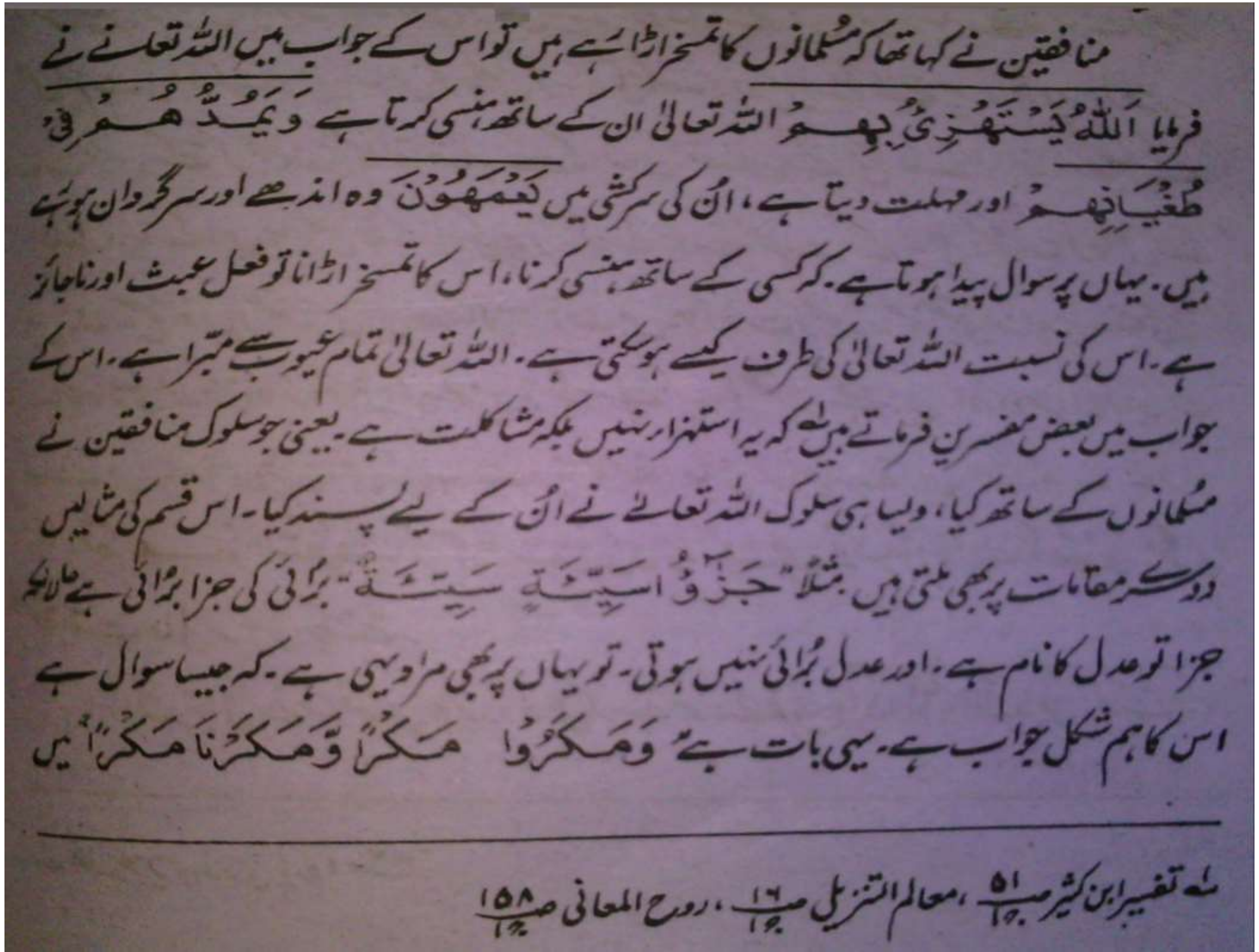

منافقین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہنسی کرتا ہے وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ اور مہلت دیتا ہے، ان کی سرکشی میں یَعْمَھُوْنَ وہ اندھے اور سرگردان ہوتے ہیں۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کسی کے ساتھ ہنسی کرنا، اس کا تمسخر اڑانا تو فعل عبث اور ناجائز ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے مبرا ہے۔ اس کے جواب میں بعض مفسرین فرماتے ہیں[1] کہ یہ استہزاء نہیں بلکہ مشاکلت ہے۔ یعنی جو سلوک منافقین نے مسلمانوں کے ساتھ کیا، ویسا ہی سلوک اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے پسند کیا۔ اس قسم کی مثالیں دوسرے مقامات پر بھی ملتی ہیں۔ مثلاً "جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ" برائی کی جزا برائی ہے حالانکہ جزا تو عدل کا نام ہے۔ اور عدل برائی نہیں ہوتی۔ تو یہاں پر بھی مراد یہی ہے۔ کہ جیسا سوال ہے اس کا ہم شکل جواب ہے۔ یہی بات ہے "وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا" ہیں

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۵۱ ج ۱، معالم التنزیل ص ۱۶ ج ۱، روح المعانی ص ۱۵۸ ج ۱

مولانا عبد الحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

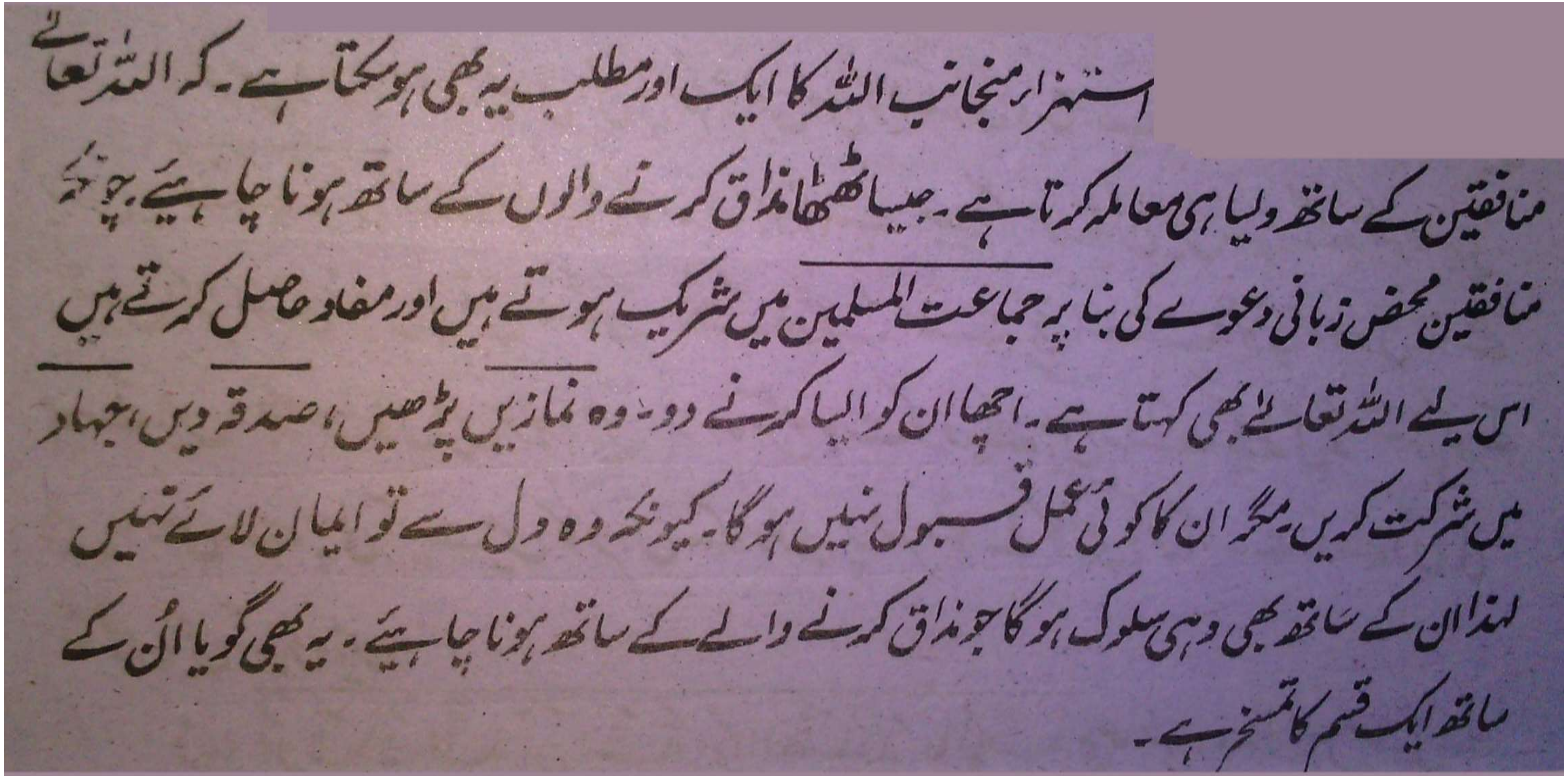

استہزاء منجانب اللہ کا ایک اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے۔ جیسا ٹھٹا مذاق کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ چونکہ منافقین محض زبانی دعوے کی بنا پر جماعت المسلمین میں شریک ہوتے ہیں اور مفاد حاصل کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے۔ اچھا ان کو ایسا کرنے دو۔ وہ نمازیں پڑھیں، صدقہ دیں، جہاد میں شرکت کریں۔ مگر ان کا کوئی عمل قبول نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ دل سے تو ایمان لائے نہیں لہٰذا ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو گا جو مذاق کرنے والے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ یہ بھی گویا اُن کے ساتھ ایک قسم کا تمسخر ہے۔

## مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

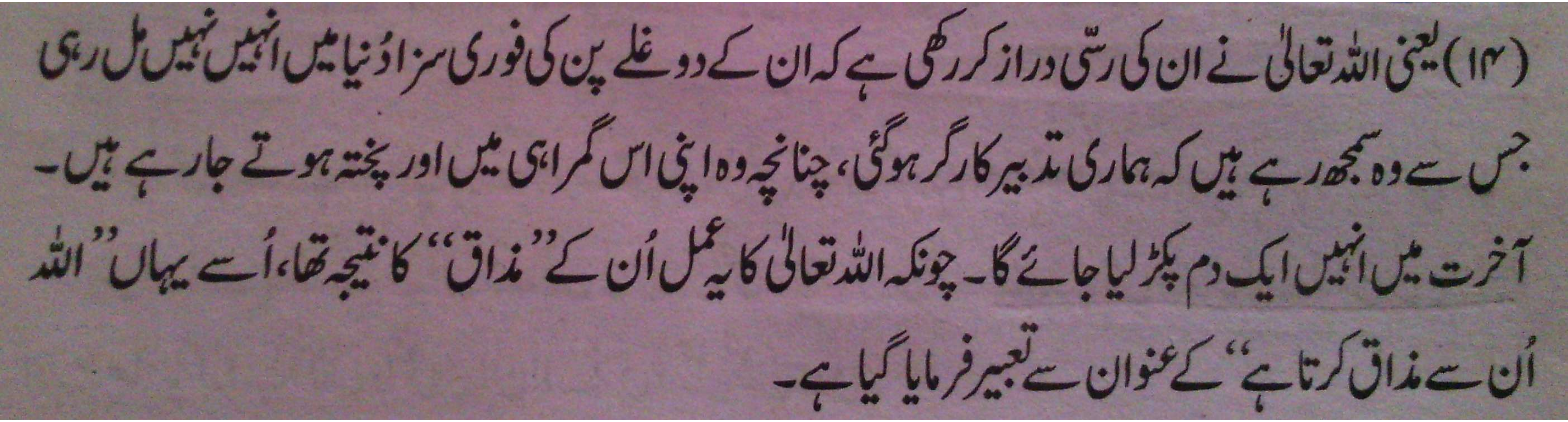

(۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی رسّی دراز کر رکھی ہے کہ ان کے دوغلے پن کی فوری سزا دُنیا میں انہیں نہیں مل رہی جس سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہماری تدبیر کارگر ہوگئی، چنانچہ وہ اپنی اس گمراہی میں اور پختہ ہوتے جا رہے ہیں۔ آخرت میں انہیں ایک دم پکڑ لیا جائے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ عمل اُن کے "مذاق" کا نتیجہ تھا، اُسے یہاں "اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے" کے عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

# شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

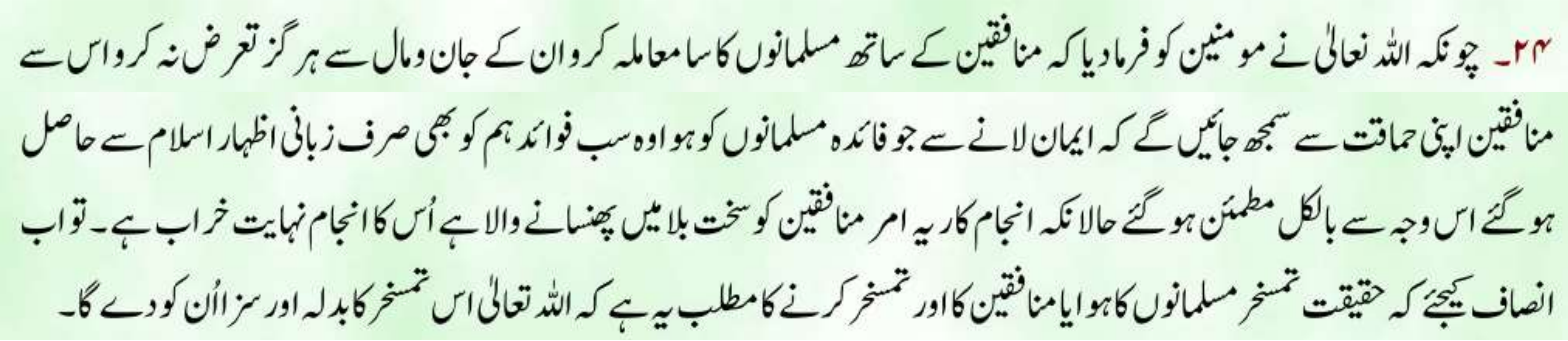

۲۴۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرما دیا کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرو ان کے جان و مال سے ہر گز تعرض نہ کرو اس سے منافقین اپنی حماقت سے سمجھ جائیں گے کہ ایمان لانے سے جو فائدہ مسلمانوں کو ہوا وہ سب فوائد ہم کو بھی صرف زبانی اظہار اسلام سے حاصل ہو گئے اس وجہ سے بالکل مطمئن ہو گئے حالانکہ انجام کار یہ امر منافقین کو سخت بلا میں پھنسانے والا ہے اُس کا انجام نہایت خراب ہے۔ تو اب انصاف کیجئے کہ حقیقت تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا منافقین کا اور تمسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تمسخر کا بدلہ اور سزا اُن کو دے گا۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

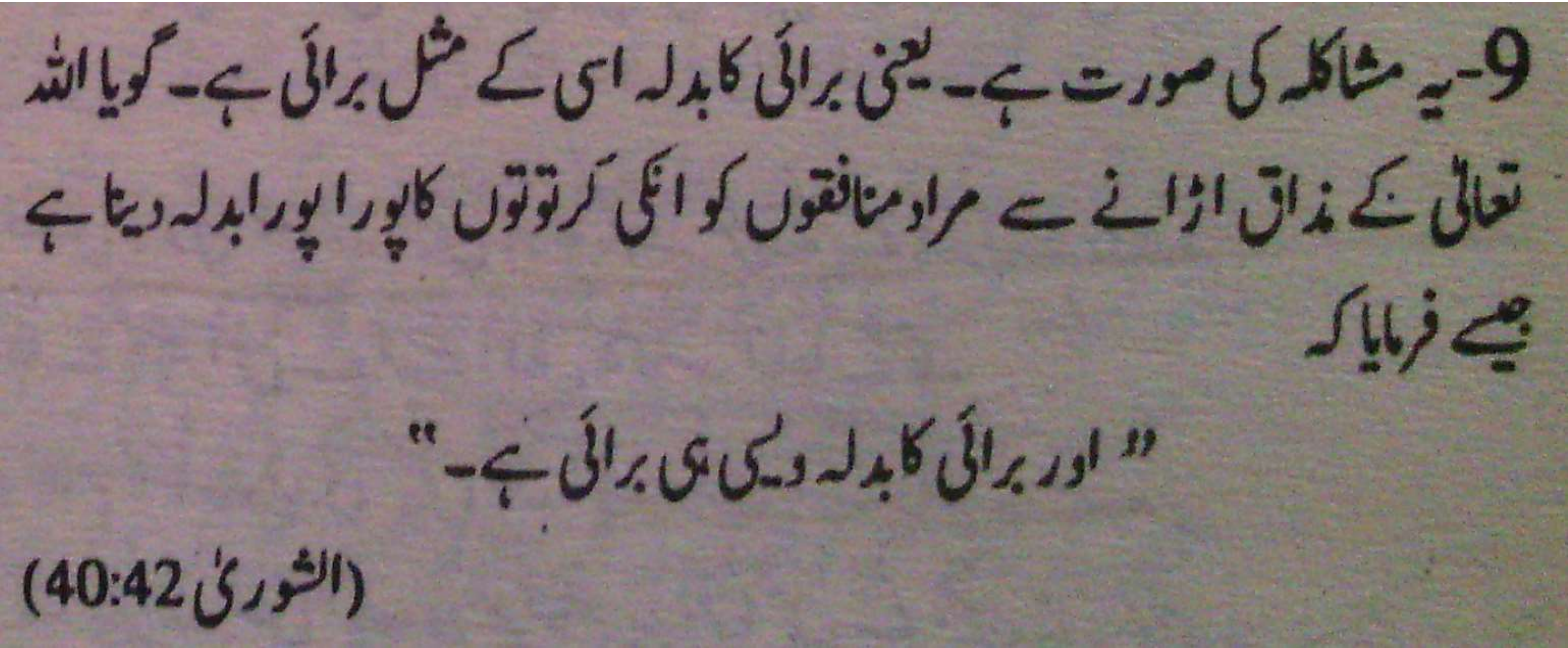

9۔ یہ مشاکلہ کی صورت ہے۔ یعنی برائی کا بدلہ اسی کے مثل برائی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے مذاق اڑانے سے مراد منافقوں کو انکی کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے جیسے فرمایا کہ

”اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔“

(الشوریٰ 40:42)

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ١٦

مولانا امین احسن اصلاحیؒ (تدبّرِ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

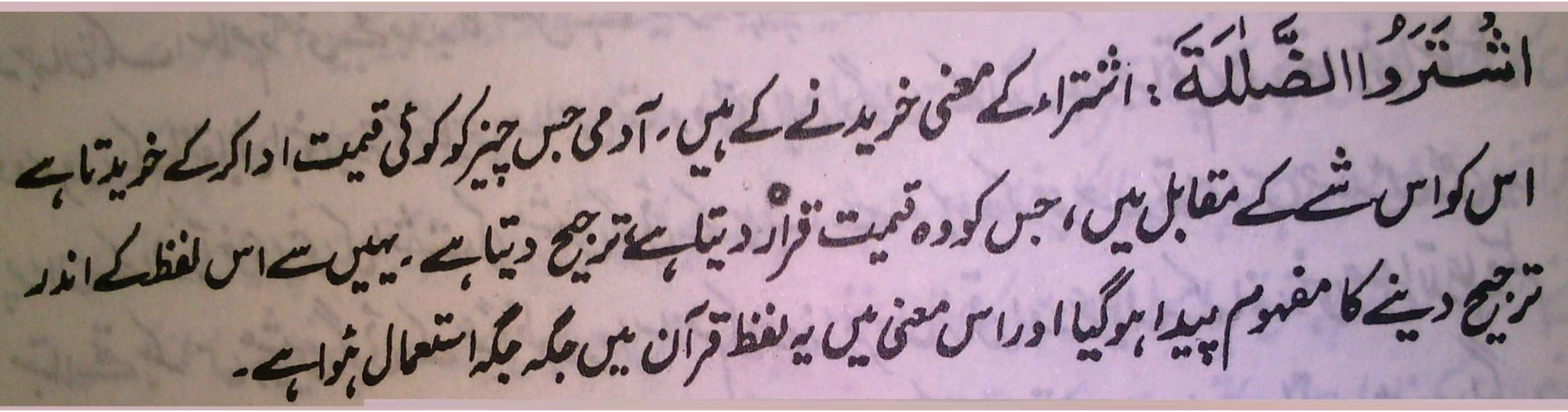

**اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ:** اشتراء کے معنی خریدنے کے ہیں۔ آدمی جس چیز کو کوئی قیمت ادا کر کے خریدتا ہے اس کو اس شے کے مقابل میں، جس کو وہ قیمت قرار دیتا ہے ترجیح دیتا ہے۔ یہیں سے اس لفظ کے اندر ترجیح دینے کا مفہوم پیدا ہو گیا اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔

**مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:**

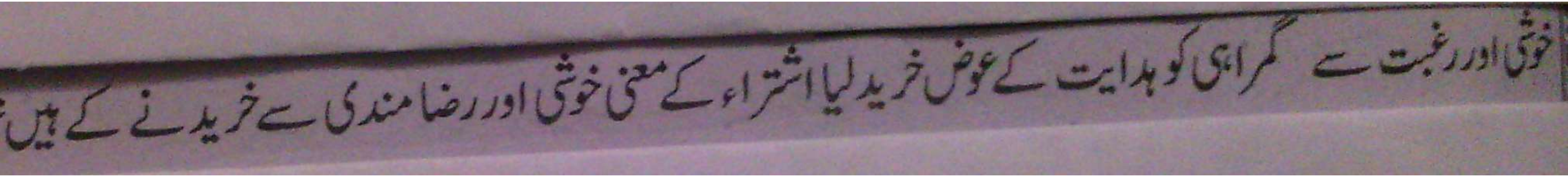

خوشی اور رغبت سے گمراہی کو ہدایت کے عوض خرید لیا اشتراء کے معنی خوشی اور رضا مندی سے خریدنے کے ہیں

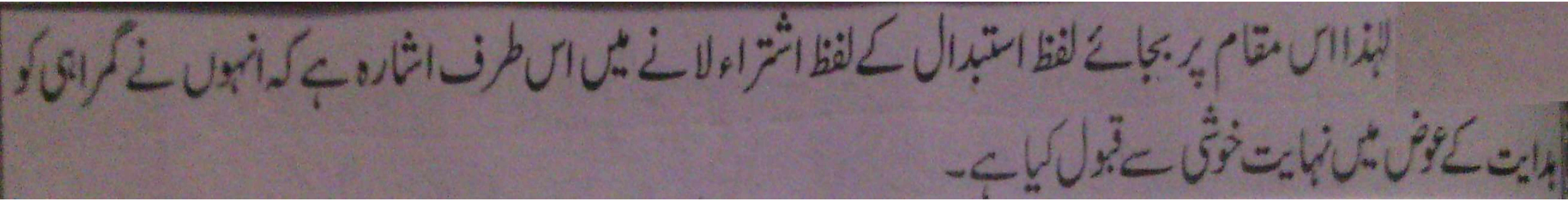

لہٰذا اس مقام پر بجائے لفظ استبدال کے لفظ اشتراء لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے عوض میں نہایت خوشی سے قبول کیا ہے۔

# شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

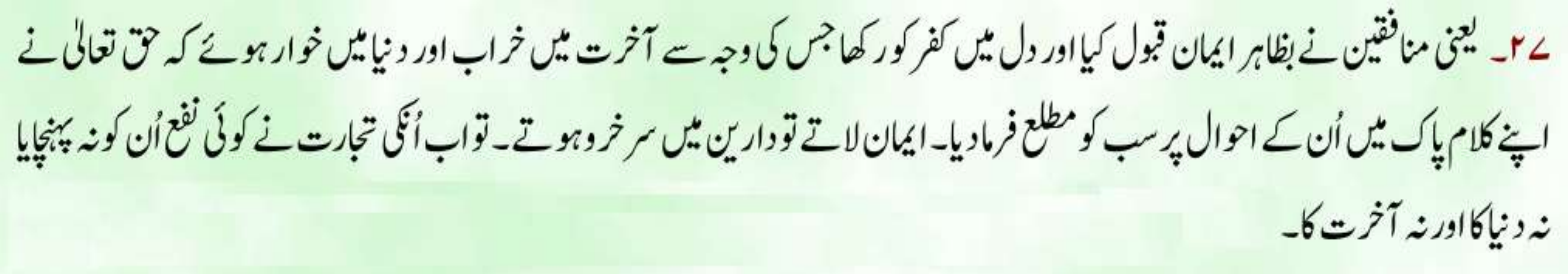

۲۷۔ یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اُن کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا۔ تو اب اُنکی تجارت نے کوئی نفع اُن کو نہ پہنچایا نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا۔

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں **بحوالہ : تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیزؒ**) فرماتے ہیں کہ :

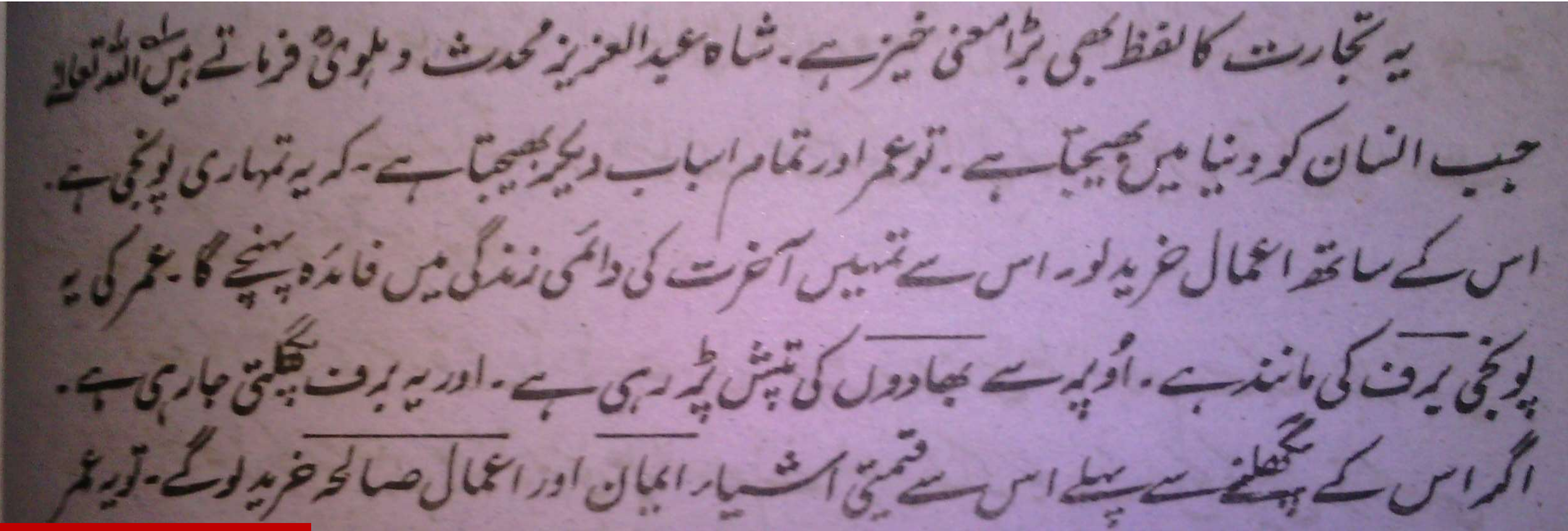

یہ تجارت کا لفظ بھی بڑا معنی خیز ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ جب انسان کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ تو عمر اور تمام اسباب دیکر بھیجتا ہے۔ کہ یہ تمہاری پونجی ہے۔ اس کے ساتھ اعمال خرید لو۔ اس سے تمہیں آخرت کی دائمی زندگی میں فائدہ پہنچے گا۔ عمر کی یہ پونجی برف کی مانند ہے۔ اوپر سے بھادوں کی تپش پڑ رہی ہے۔ اور یہ برف پگھلتی جا رہی ہے۔ اگر اس کے پگھلنے سے پہلے اس سے قیمتی اشیاء ایمان اور اعمال صالحہ خرید لوگے۔ تو یہ عمر

جاری ہے

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں **بحوالہ : تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیزؒ**) فرماتے ہیں کہ :

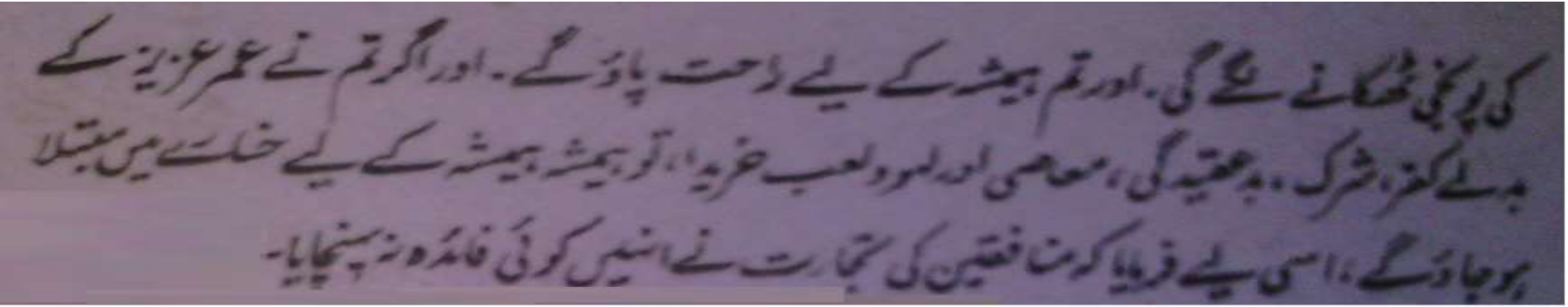

کی پونجی ٹھکانے لگے گی۔ اور تم ہمیشہ کے لیے راحت پاؤ گے۔ اور اگر تم نے عمر عزیز کے بدلے کفر، شرک، بدعقیدگی، معاصی اور لہو و لعب خریدا، تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں مبتلا ہو جاؤ گے، اسی لیے فرمایا کہ منافقین کی تجارت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔

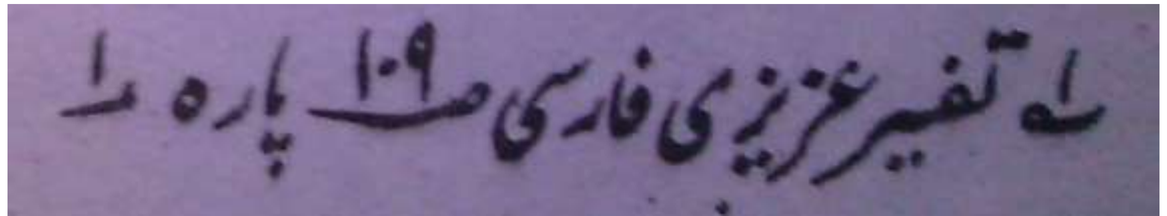

[1] تفسیر عزیزی فارسی ص ۱۰۹ پارہ ۱

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ⑰

# مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

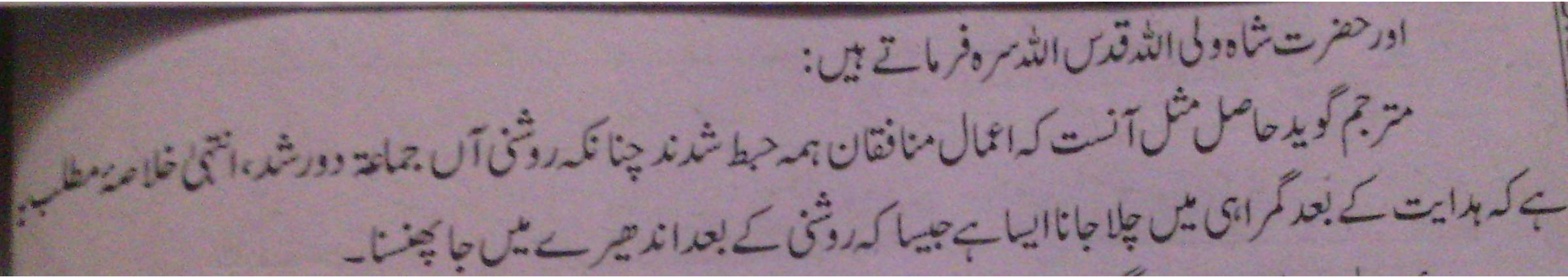

اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

مترجم گوید حاصل مثل آنست کہ اعمال منافقان ہمہ حبط شدند چنانکہ روشنی آں جماعۃ دور شد، انتہی خلاصہ مطلب ہے کہ ہدایت کے بعد گمراہی میں چلا جانا ایسا ہے جیسا کہ روشنی کے بعد اندھیرے میں جا پھنسنا۔

## مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں **بحوالہ : تفسیر ابن کثیرؒ**) فرماتے ہیں کہ :

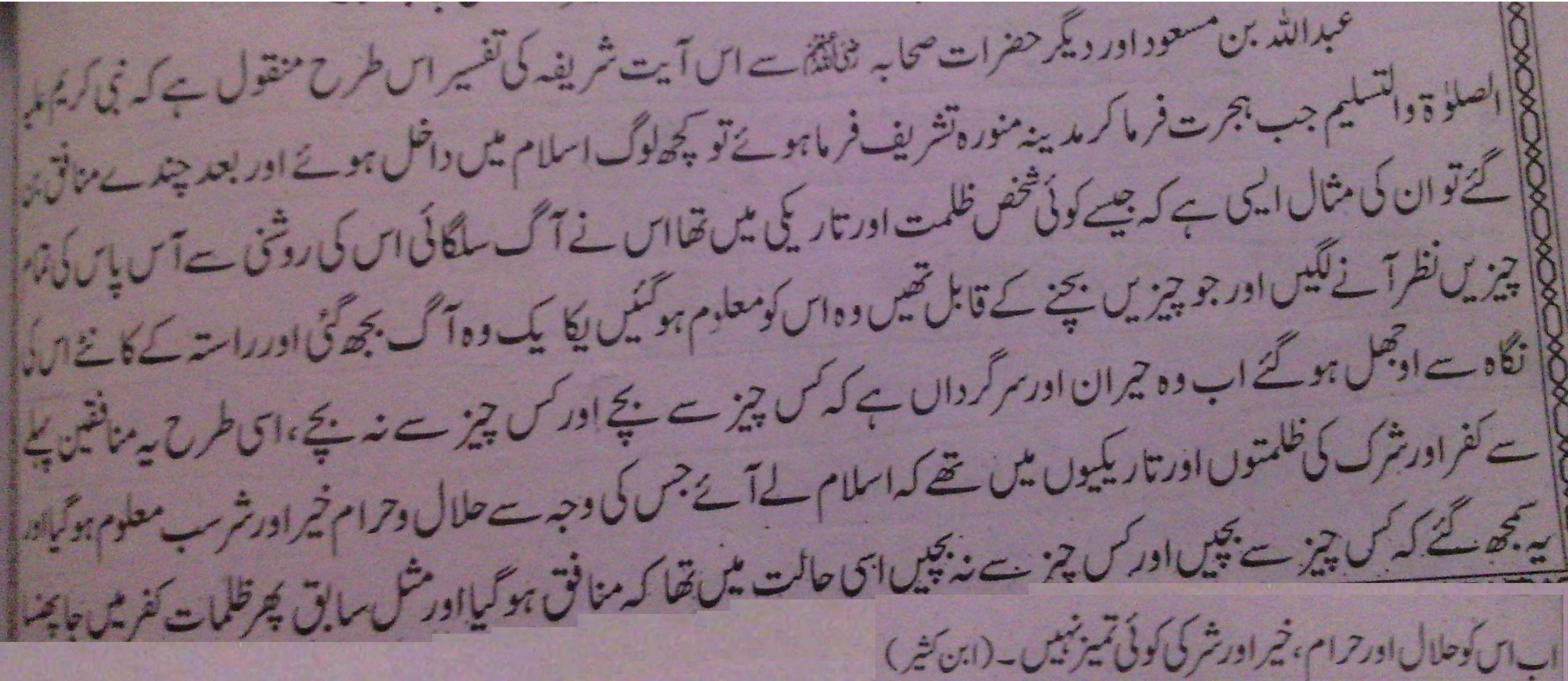

عبداللہ بن مسعود اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت شریفہ کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ نبی کریم عل
الصلوٰۃ والتسلیم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور بعد چندے مناف
گئے تو ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ظلمت اور تاریکی میں تھا اس نے آگ سلگائی اس کی روشنی سے آس پاس کی چ
چیزیں نظر آنے لگیں اور جو چیزیں بچنے کے قابل تھیں وہ اس کو معلوم ہوگئیں یکا یک وہ آگ بجھ گئی اور راستہ کے کانٹے اس ک
نگاہ سے اوجھل ہوگئے اب وہ حیران اور سرگرداں ہے کہ کس چیز سے بچے اور کس چیز سے نہ بچے، اسی طرح یہ منافقین پہلے
سے کفر اور شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں تھے کہ اسلام لے آئے جس کی وجہ سے حلال وحرام خیر اور شر سب معلوم ہوگیا اور
یہ سمجھ گئے کہ کس چیز سے بچیں اور کس چیز سے نہ بچیں اسی حالت میں تھا کہ منافق ہوگیا اور مثل سابق پھر ظلمات کفر میں جا پہن
اب اس کو حلال اور حرام، خیر اور شر کی کوئی تمیز نہیں۔ (ابن کثیر)

**مولانا ادریس کاندھلویؒ (معارف القرآن میں بحوالہ: تفسیر کبیرؒ) فرماتے ہیں کہ:**

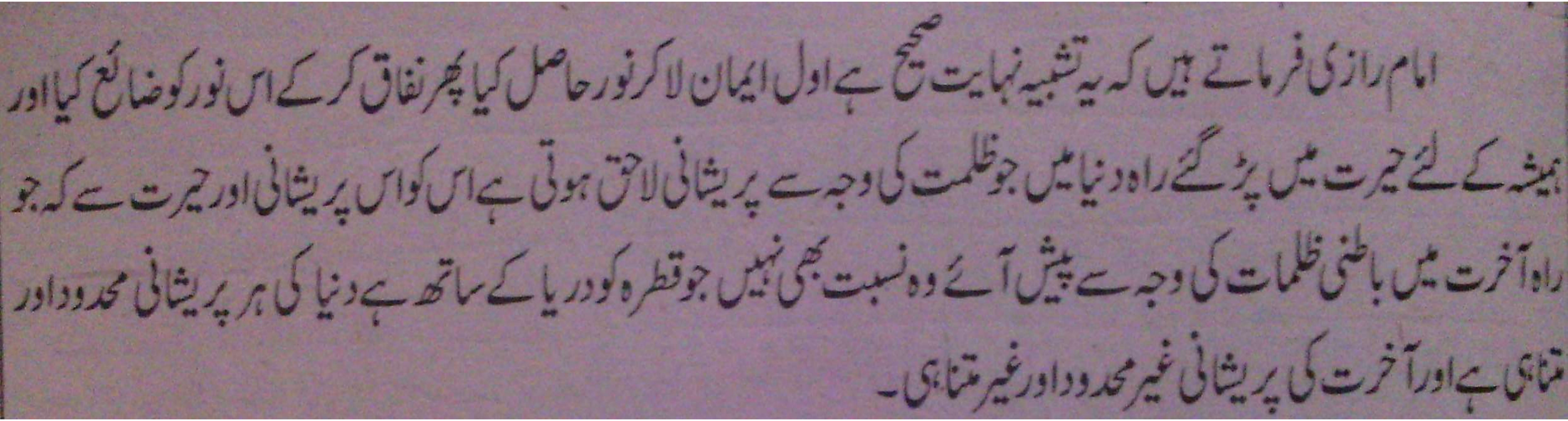

امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ نہایت صحیح ہے اول ایمان لا کر نور حاصل کیا پھر نفاق کر کے اس نور کو ضائع کیا اور ہمیشہ کے لئے حیرت میں پڑ گئے راہ دنیا میں جو ظلمت کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے اس کو اس پریشانی اور حیرت سے کہ جو راہ آخرت میں باطنی ظلمات کی وجہ سے پیش آئے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہے دنیا کی ہر پریشانی محدود اور متناہی ہے اور آخرت کی پریشانی غیر محدود اور غیر متناہی۔

# امام طبریؒ (تفسیر طبری میں) فرماتے ہیں کہ: (ماخذ: تفسیر ابن کثیرؒ)

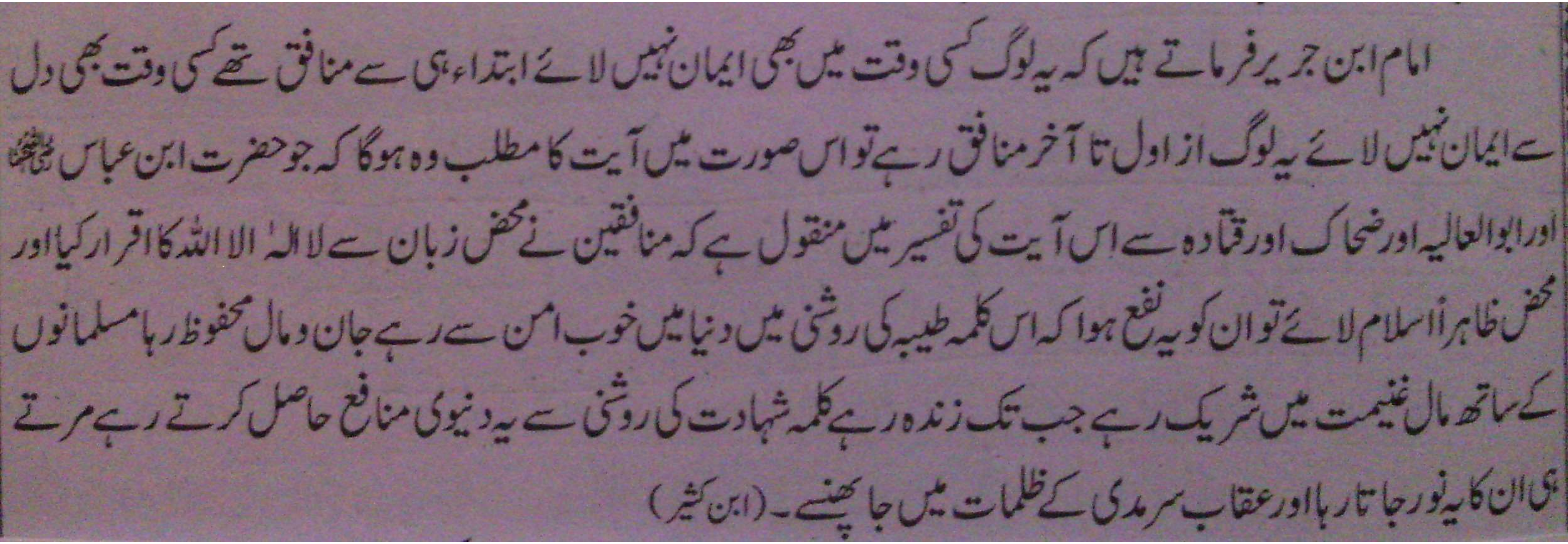

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کسی وقت میں بھی ایمان نہیں لائے ابتداء ہی سے منافق تھے کسی وقت بھی دل سے ایمان نہیں لائے یہ لوگ از اول تا آخر منافق رہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب وہ ہوگا کہ جو حضرت ابن عباس ؓ اور ابو العالیہ اور ضحاک اور قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ منافقین نے محض زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا اور محض ظاہراً اسلام لائے تو ان کو یہ نفع ہوا کہ اس کلمہ طیبہ کی روشنی میں دنیا میں خوب امن سے رہے جان و مال محفوظ رہا مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت میں شریک رہے جب تک زندہ رہے کلمہ شہادت کی روشنی سے یہ دنیوی منافع حاصل کرتے رہے مرتے ہی ان کا یہ نور جاتا رہا اور عقاب سرمدی کے ظلمات میں جا پھنسے۔ (ابن کثیر)

## مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

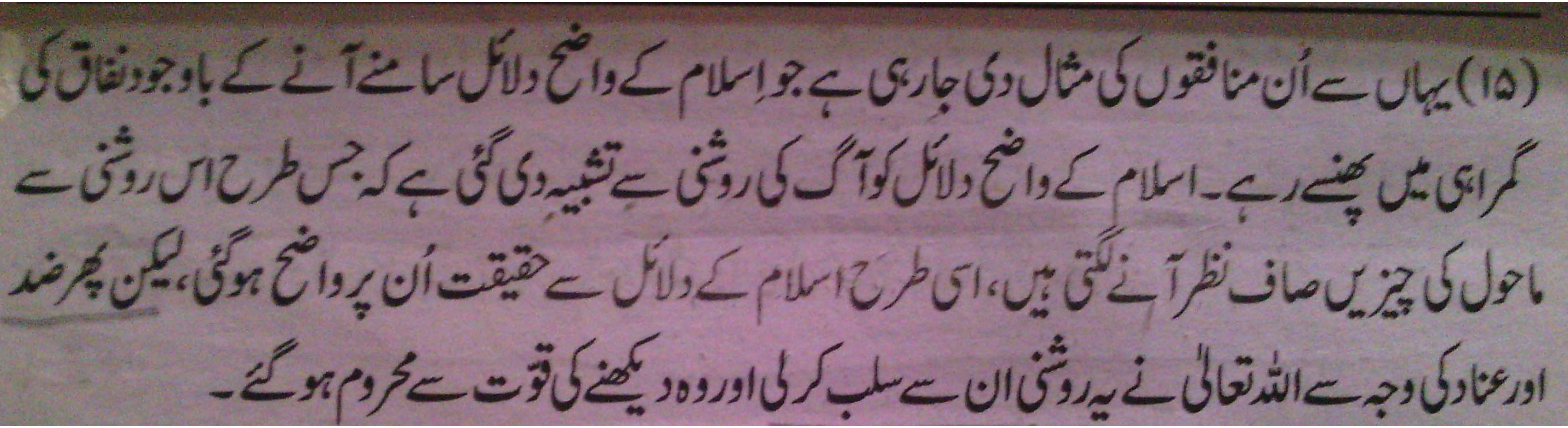

(۱۵) یہاں سے اُن منافقوں کی مثال دی جارہی ہے جو اِسلام کے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود نفاق کی گمراہی میں پھنسے رہے۔ اسلام کے واضح دلائل کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس روشنی سے ماحول کی چیزیں صاف نظر آنے لگتی ہیں، اسی طرح اسلام کے دلائل سے حقیقت اُن پر واضح ہوگئی، لیکن پھر ضد اور عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ روشنی ان سے سلب کرلی اور وہ دیکھنے کی قوت سے محروم ہوگئے۔

**مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:**

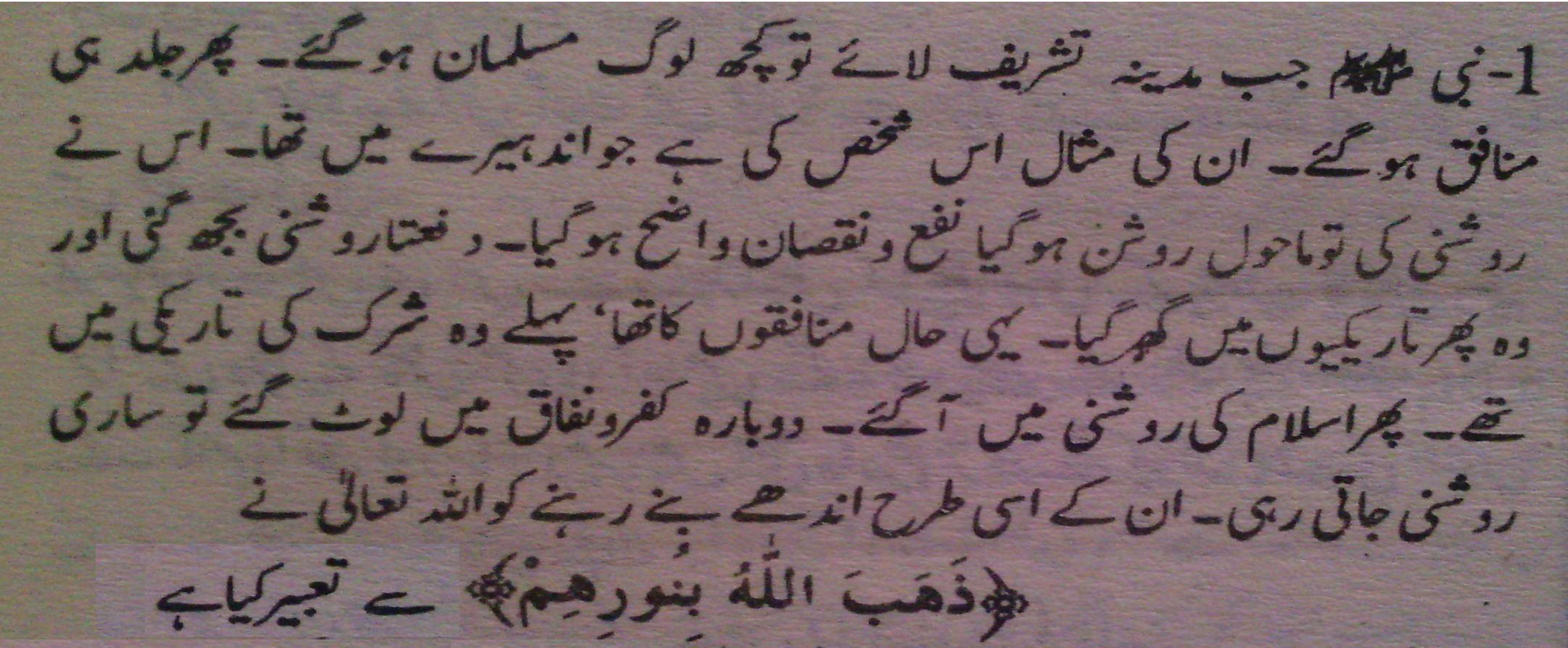

1- نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ پھر جلد ہی منافق ہو گئے۔ ان کی مثال اس شخص کی ہے جو اندھیرے میں تھا۔ اس نے روشنی کی تو ماحول روشن ہو گیا نفع و نقصان واضح ہو گیا۔ دفعتاً روشنی بجھ گئی اور وہ پھر تاریکیوں میں گھر گیا۔ یہی حال منافقوں کا تھا' پہلے وہ شرک کی تاریکی میں تھے۔ پھر اسلام کی روشنی میں آگئے۔ دوبارہ کفر و نفاق میں لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی رہی۔ ان کے اسی طرح اندھے بنے رہنے کو اللہ تعالیٰ نے

﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ﴾ سے تعبیر کیا ہے

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

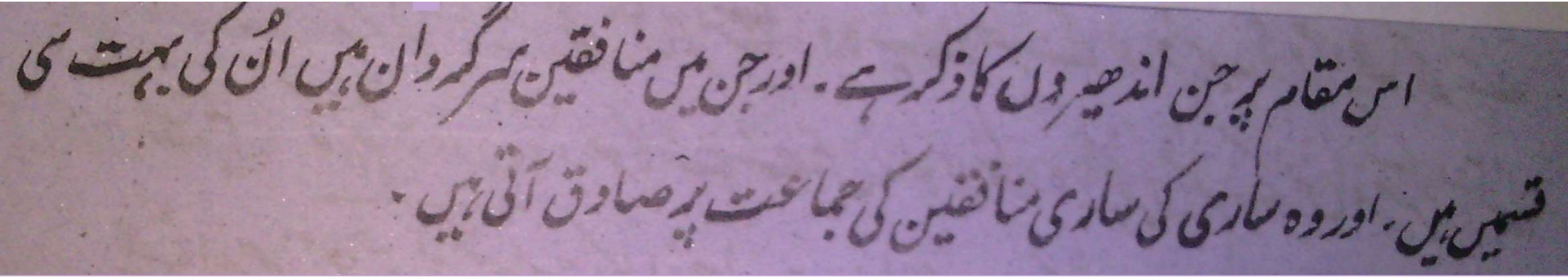

اس مقام پر جن اندھیروں کا ذکر ہے۔ اور جن میں منافقین سرگرداں ہیں اُن کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اور وہ ساری کی ساری منافقین کی جماعت پر صادق آتی ہیں۔

جاری ہے

# مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

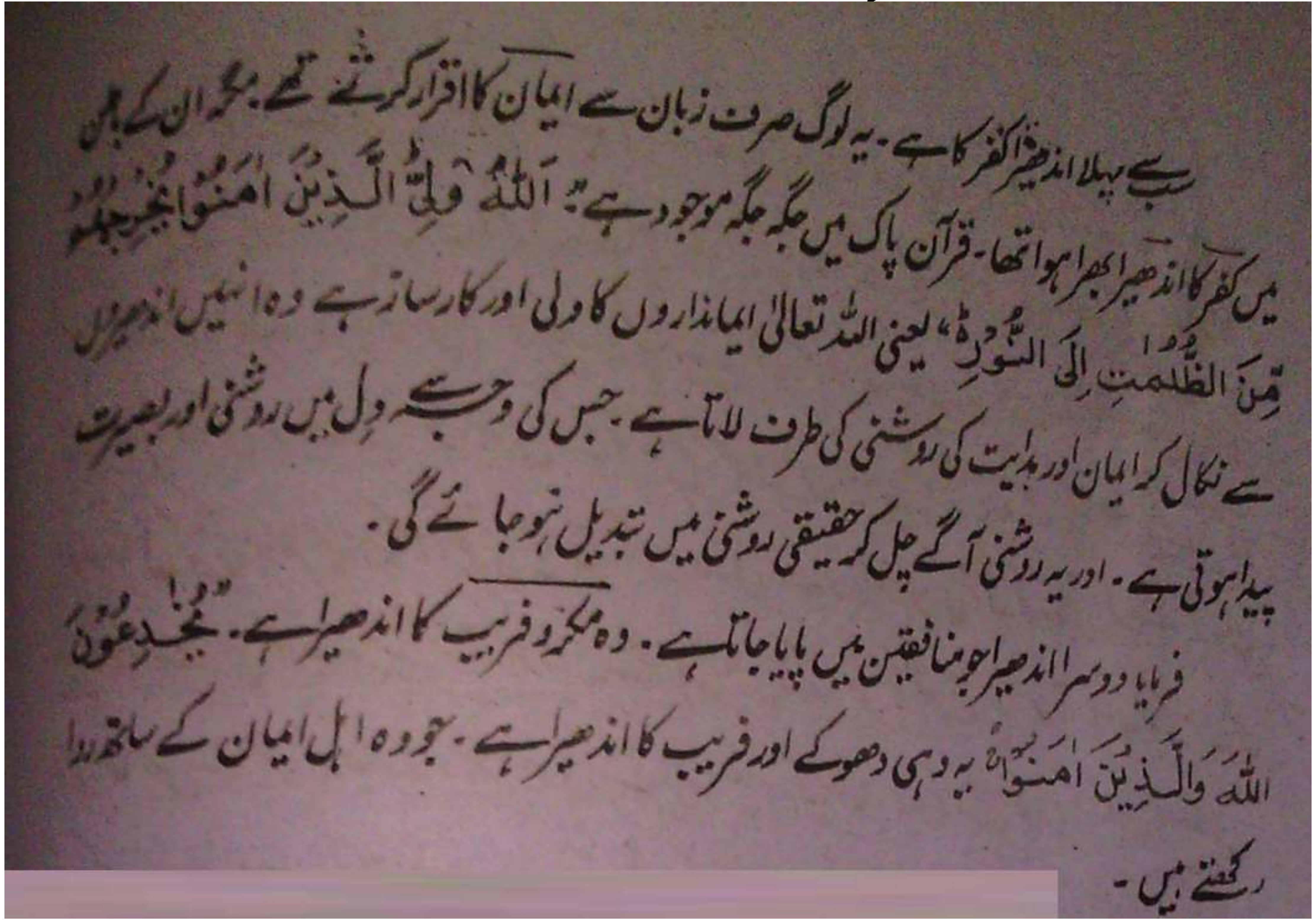

سب سے پہلا اندھیرا کفر کا ہے۔ یہ لوگ صرف زبان سے ایمان کا اقرار کرتے تھے۔ مگر ان کے جی میں کفر کا اندھیرا بھرا ہوا تھا۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ موجود ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ، یعنی اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا ولی اور کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دل میں روشنی اور بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ روشنی آگے چل کر حقیقی روشنی میں تبدیل ہو جائے گی۔

فرمایا دوسرا اندھیرا جو منافقین میں پایا جاتا ہے۔ وہ مکر و فریب کا اندھیرا ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ یہ وہی دھوکے اور فریب کا اندھیرا ہے۔ جو وہ اہل ایمان کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔

جاری ہے

# مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

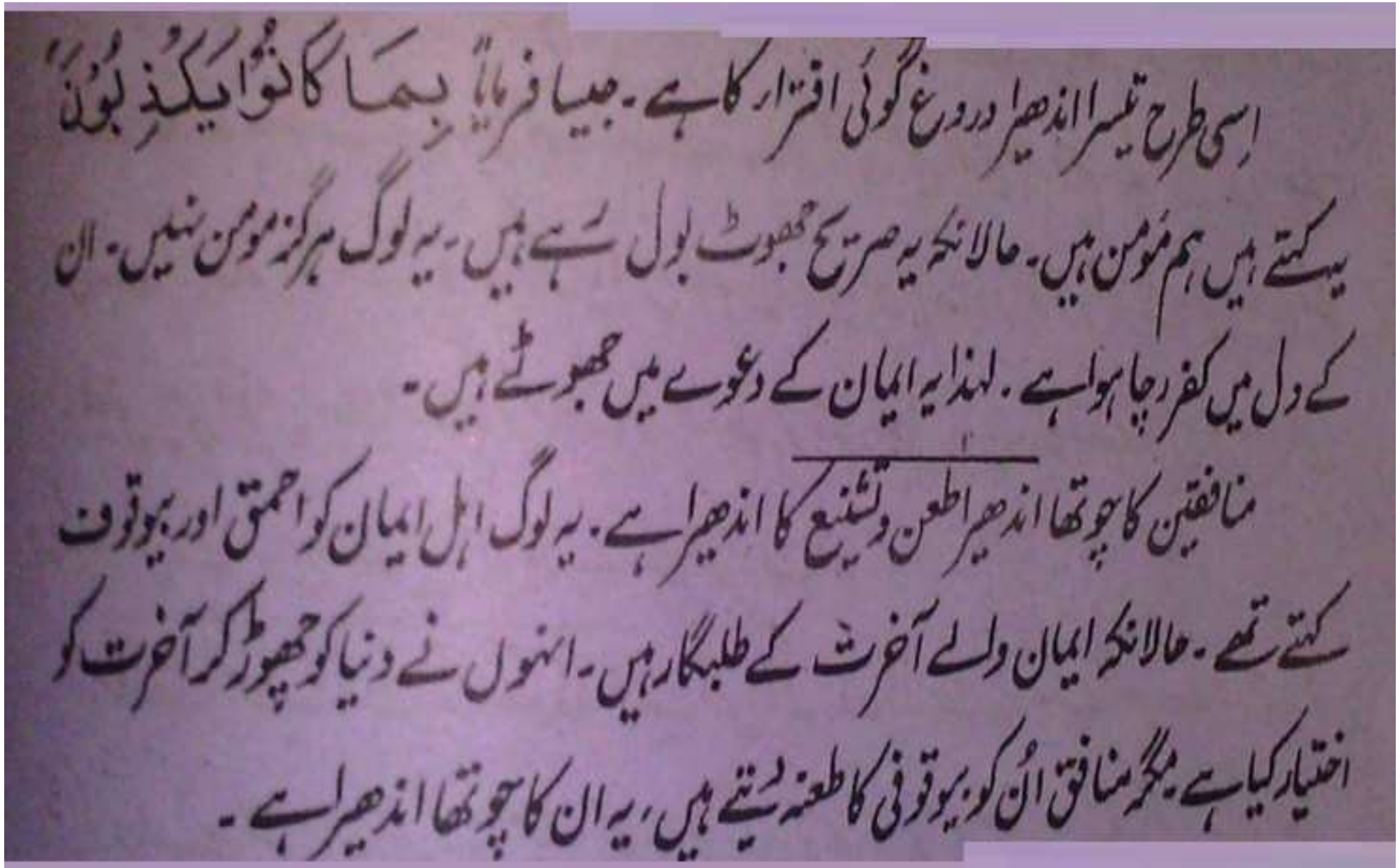

اسی طرح تیسرا اندھیرا دروغ گوئی افترار کا ہے۔ جیسا فرمایا بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ یہ کہتے ہیں ہم مومن ہیں۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں۔ ان کے دل میں کفر رچا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ ایمان کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

منافقین کا چوتھا اندھیرا طعن وتشنیع کا اندھیرا ہے۔ یہ لوگ اہل ایمان کو احمق اور بیوقوف کہتے تھے۔ حالانکہ ایمان ولے آخرت کے طلبگار ہیں۔ انہوں نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کیا ہے۔ مگر منافق اُن کو بیوقوفی کا طعنہ دیتے ہیں، یہ ان کا چوتھا اندھیرا ہے۔

**جاری ہے**

# مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

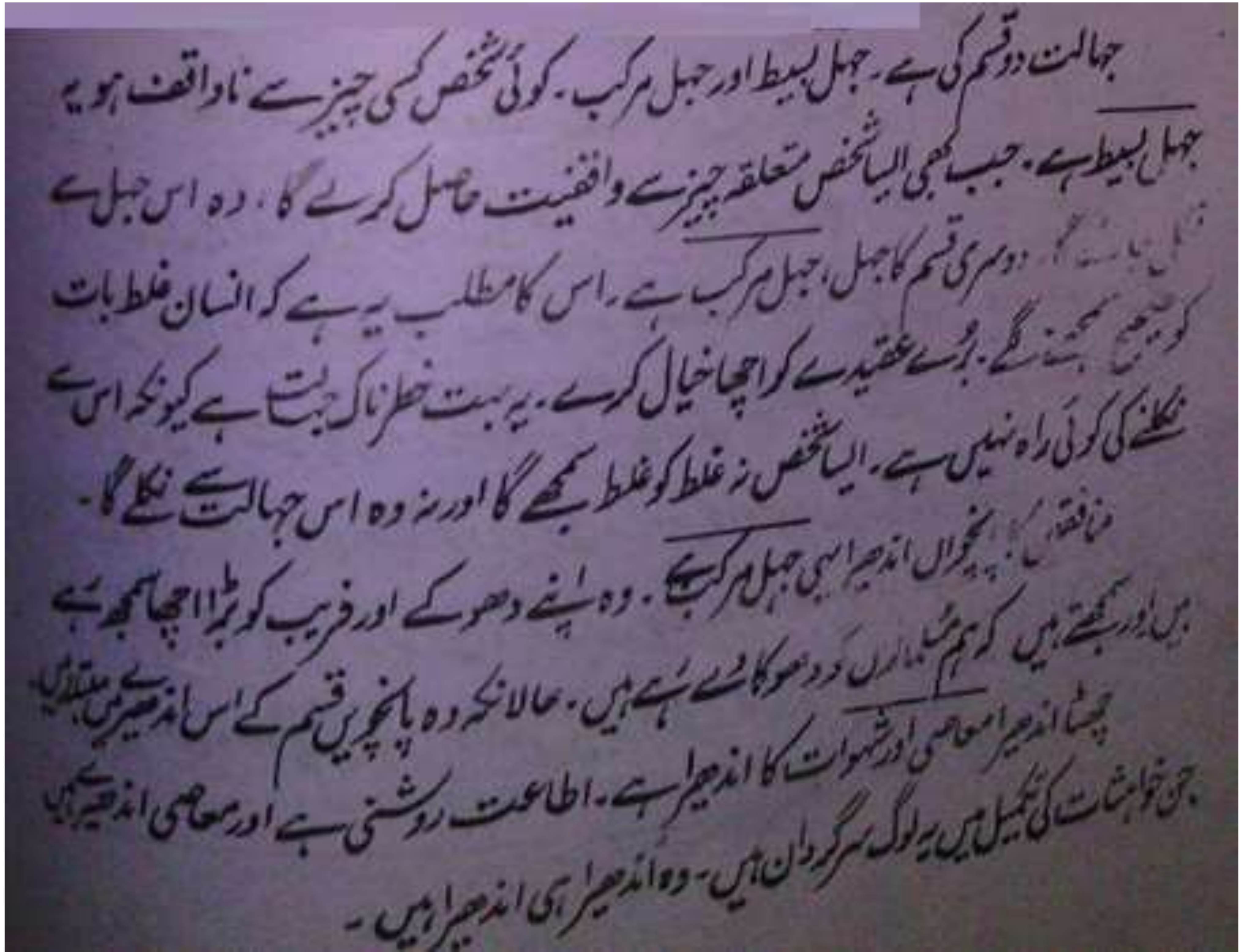

جہالت دو قسم کی ہے۔ جہل بسیط اور جہل مرکب۔ کوئی شخص کسی چیز سے ناواقف ہو یہ
جہل بسیط ہے۔ جب کبھی ایسا شخص متعلقہ چیز سے واقفیت حاصل کرے گا، وہ اس جہل سے
نکل جائے گا۔ دوسری قسم کا جہل، جہل مرکب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان غلط بات
کو صحیح سمجھنے لگے۔ برے عقیدے کو اچھا خیال کرے۔ یہ بہت خطرناک جہالت ہے کیونکہ اس سے
نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ایسا شخص نہ غلط کو غلط سمجھے گا اور نہ وہ اس جہالت سے نکلے گا۔
منافقوں کا پانچواں اندھیرا یہی جہل مرکب ہے۔ وہ اپنے دھوکے اور فریب کو بڑا اچھا سمجھتے
ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ پانچویں قسم کے اس اندھیرے میں مبتلا ہیں۔
چھٹا اندھیرا معاصی اور شہوات کا اندھیرا ہے۔ اطاعت روشنی ہے اور معاصی اندھیرے ہیں
جن خواہشات کی تکمیل میں یہ لوگ سرگرداں ہیں۔ وہ اندھیرا ہی اندھیرا ہیں۔

جاری ہے

**مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:**

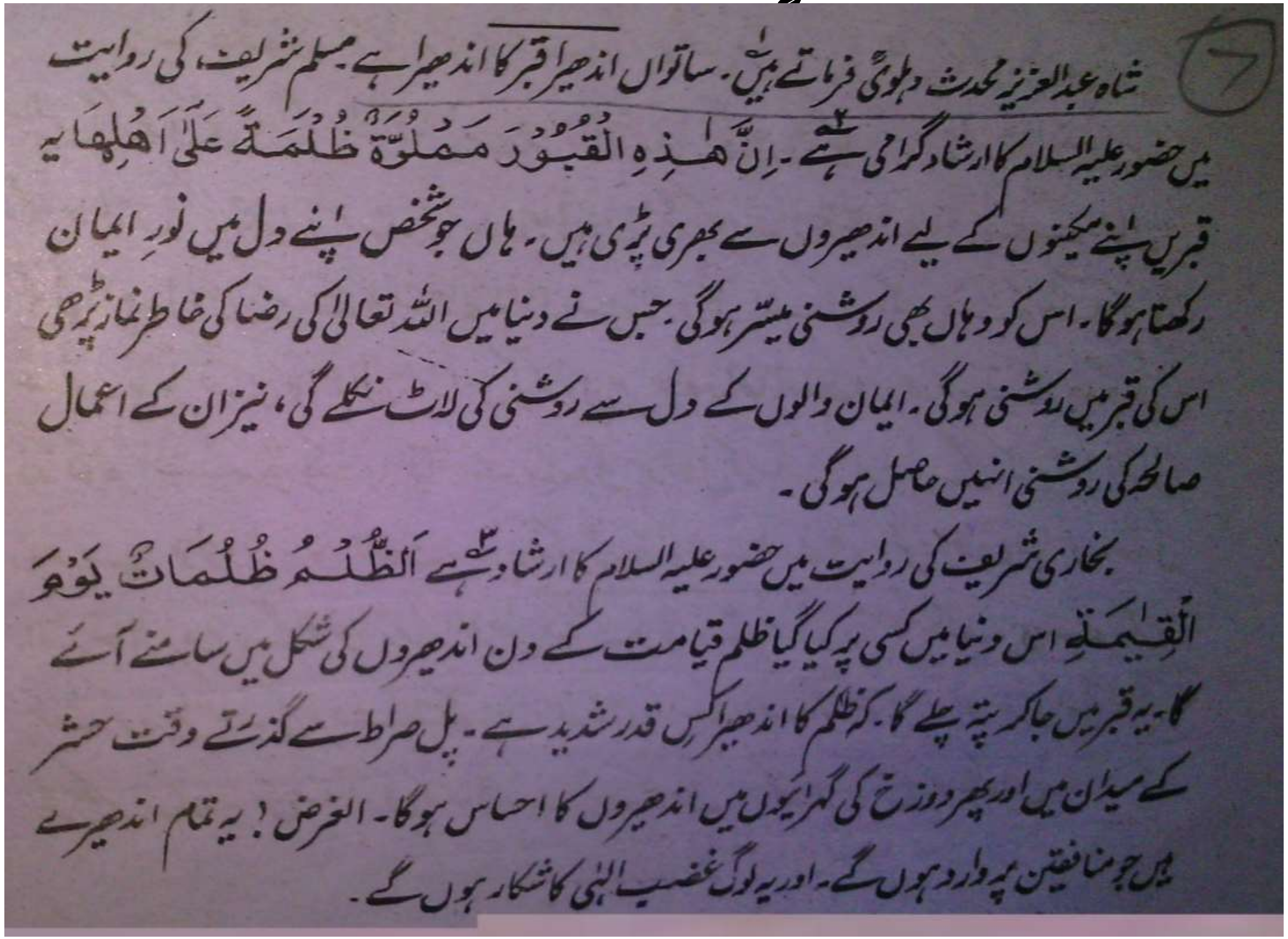

7

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں[1]۔ ساتواں اندھیرا قبر کا اندھیرا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے[2]۔ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوَّةٌ ظُلْمَةً عَلٰٓى اَهْلِهَا یہ قبریں اپنے مکینوں کے لیے اندھیروں سے بھری پڑی ہیں۔ ہاں جو شخص اپنے دل میں نورِ ایمان رکھتا ہوگا۔ اس کو وہاں بھی روشنی میسر ہوگی۔ جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نماز پڑھی اس کی قبر میں روشنی ہوگی۔ ایمان والوں کے دل سے روشنی کی لاٹ نکلے گی، نیز ان کے اعمال صالحہ کی روشنی انہیں حاصل ہوگی۔

بخاری شریف کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے[3] اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اس دنیا میں کسی پہ کیا گیا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں سامنے آئے گا۔ یہ قبر میں جاکر پتہ چلے گا۔ کہ ظلم کا اندھیرا کس قدر شدید ہے۔ پل صراط سے گذرتے وقت حشر کے میدان میں اور پھر دوزخ کی گہرائیوں میں اندھیروں کا احساس ہوگا۔ الغرض! یہ تمام اندھیرے ہیں جو منافقین پہ وارد ہوں گے۔ اور یہ لوگ غضب الٰہی کا شکار ہوں گے۔

صُمُّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٞ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ۙ ١٨

# شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

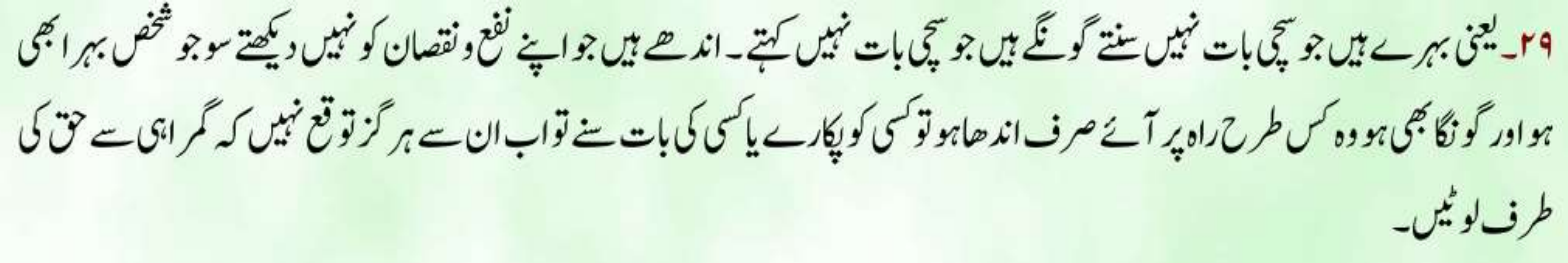

۲۹۔ یعنی بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے۔ اندھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے سو جو شخص بہرا بھی ہو اور گونگا بھی ہو وہ کس طرح راہ پر آئے صرف اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سنے تو اب ان سے ہر گز توقع نہیں کہ گمراہی سے حق کی طرف لوٹیں۔

**مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:**

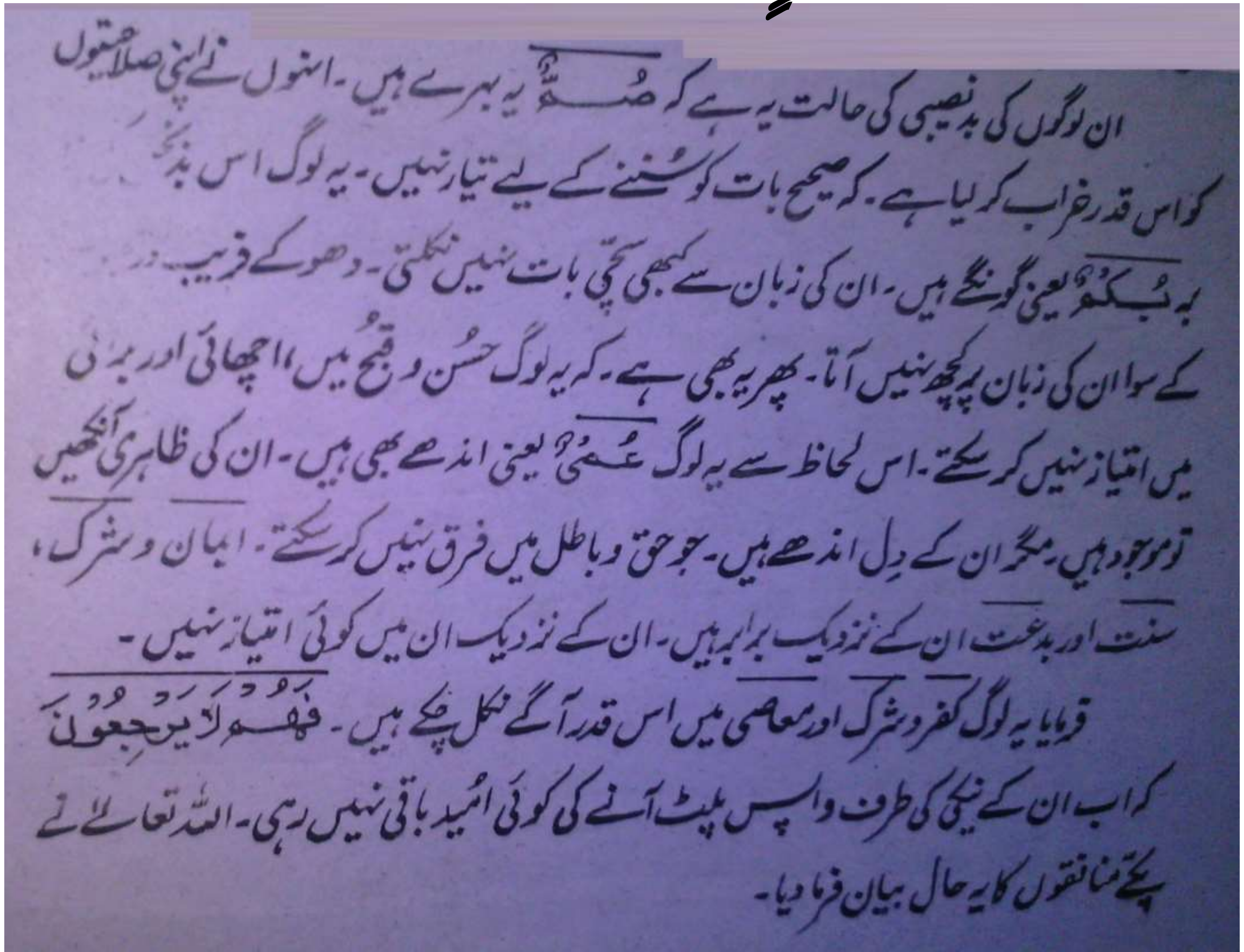

ان لوگوں کی بدنصیبی کی حالت یہ ہے کہ صُمٌّ یہ بہرے ہیں۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں
کو اس قدر خراب کر لیا ہے۔ کہ صحیح بات کو سُننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ لوگ اس بدبخ
یہ بُکْمٌ یعنی گونگے ہیں۔ ان کی زبان سے کبھی سچی بات نہیں نکلتی۔ دھوکے فریب۔ در
کے سوا ان کی زبان پہ کچھ نہیں آتا۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ حسُن و قبُح ہیں، اچھائی اور برا ئی
میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ عُمْیٌ یعنی اندھے بھی ہیں۔ ان کی ظاہری آنکھیں
تو موجود ہیں، مگر ان کے دِل اندھے ہیں۔ جو حق و باطل میں فرق نہیں کر سکتے۔ ایمان و شرک،
سنت اور بدعت ان کے نزدیک برابر ہیں۔ ان کے نزدیک ان میں کوئی امتیاز نہیں۔

فرمایا یہ لوگ کفر و شرک اور معصی میں اس قدر آگے نکل چکے ہیں۔ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ
کہ اب ان کے نیکی کی طرف واپس پلٹ آنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالےٰ نے
پہلے منافقوں کا یہ حال بیان فرما دیا۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

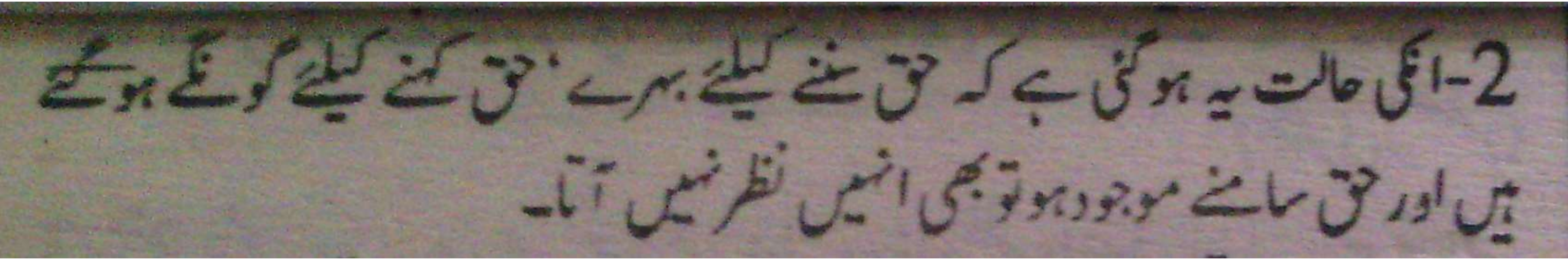

2-انکی حالت یہ ہو گئی ہے کہ حق سننے کیلئے بہرے، حق کہنے کیلئے گونگے ہو گئے ہیں اور حق سامنے موجود ہو تو بھی انہیں نظر نہیں آتا۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ

اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ

بِالْكٰفِرِيْنَ (۱۹)

## مولانا امین احسن اصلاحیؒ (تدبّرِ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

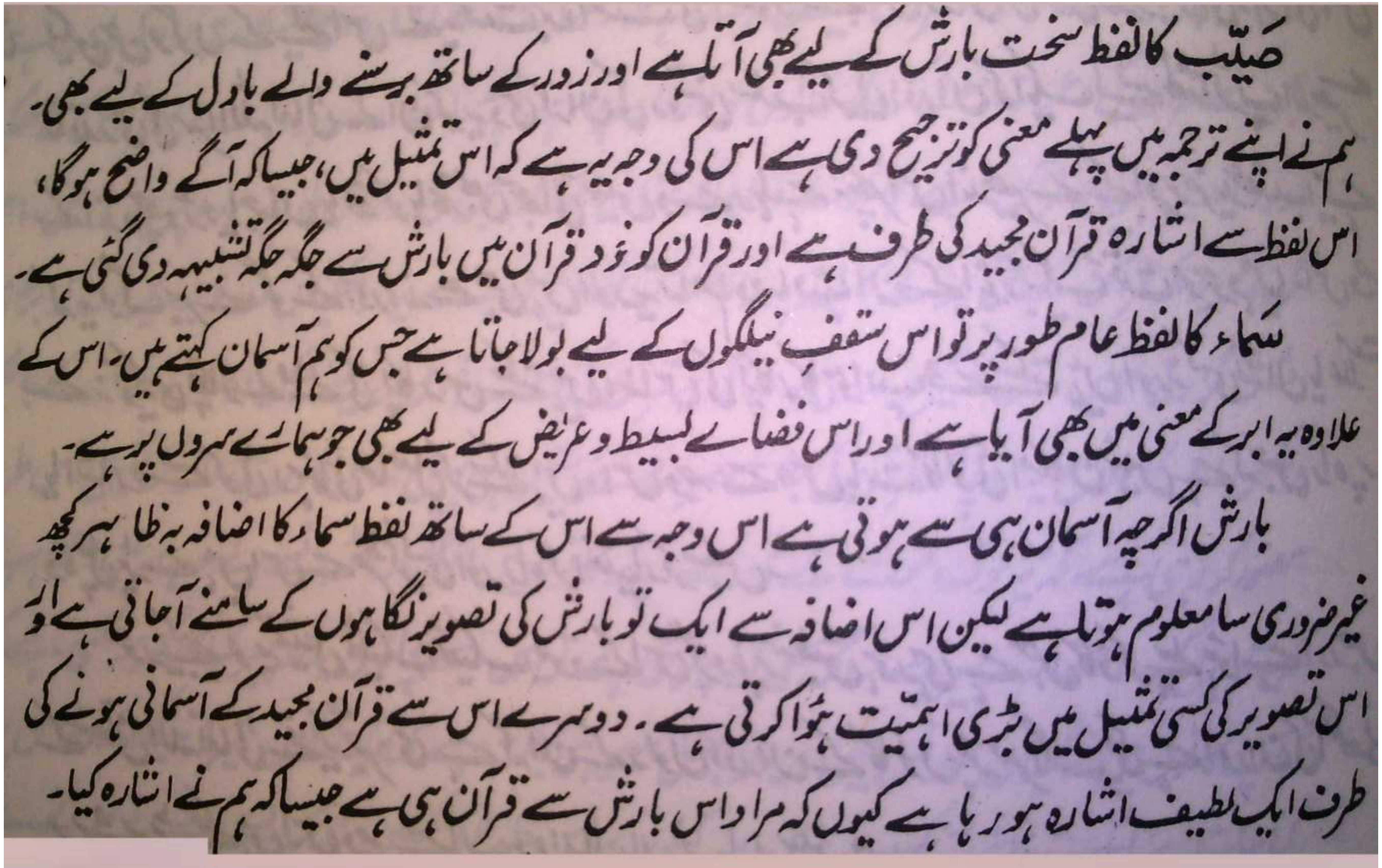

صَیِّب کا لفظ سخت بارش کے لیے بھی آتا ہے اور زور کے ساتھ برسنے والے بادل کے لیے بھی۔ ہم نے اپنے ترجمہ میں پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تمثیل میں، جیسا کہ آگے واضح ہو گا، اس لفظ سے اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے اور قرآن کو خود قرآن میں بارش سے جگہ جگہ تشبیہہ دی گئی ہے۔

سَماء کا لفظ عام طور پر تو اس سقفِ نیلگوں کے لیے بولا جاتا ہے جس کو ہم آسمان کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ابر کے معنی میں بھی آیا ہے اور اس فضائے بسیط و عریض کے لیے بھی جو ہمارے سروں پر ہے۔

بارش اگرچہ آسمان ہی سے ہوتی ہے اس وجہ سے اس کے ساتھ لفظ سماء کا اضافہ بہ ظاہر کچھ غیر ضروری سا معلوم ہوتا ہے لیکن اس اضافہ سے ایک تو بارش کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اور اس تصویر کی کسی تمثیل میں بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے۔ دوسرے اس سے قرآن مجید کے آسمانی ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہو رہا ہے کیوں کہ مراد اس بارش سے قرآن ہی ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ (تدبّرِ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

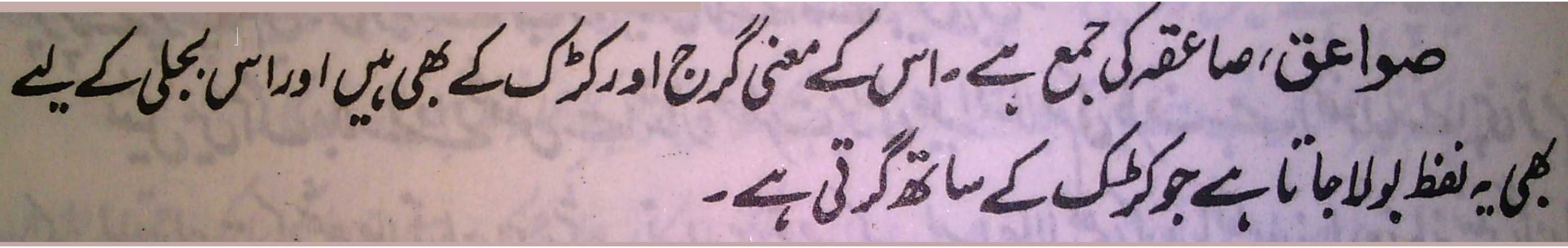

صواعق، صاعقہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی گرج اور کڑک کے بھی ہیں اور اس بجلی کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جو کڑک کے ساتھ گرتی ہے۔

مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

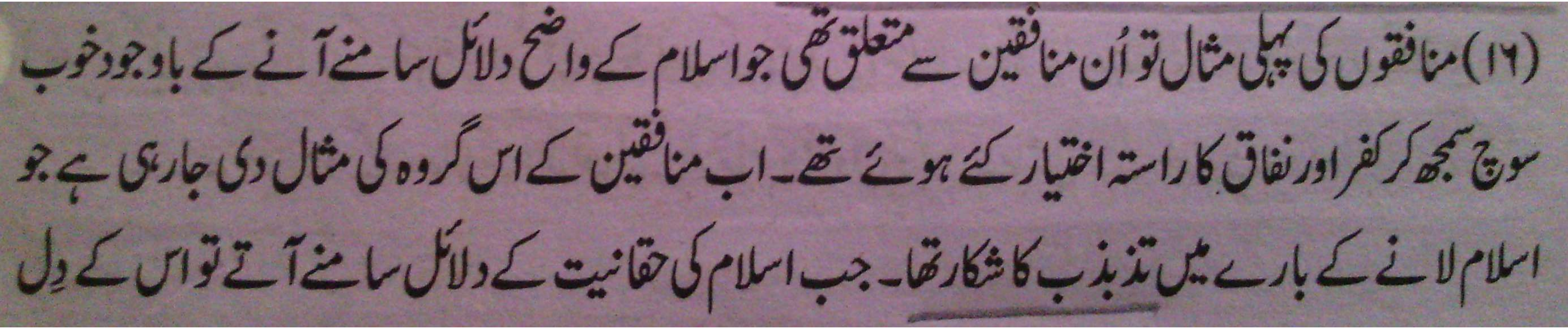

(۱۶) منافقوں کی پہلی مثال تو اُن منافقین سے متعلق تھی جو اسلام کے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود خوب سوچ سمجھ کر کفر اور نفاق کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اب منافقین کے اس گروہ کی مثال دی جارہی ہے جو اسلام لانے کے بارے میں تذبذب کا شکار تھا۔ جب اسلام کی حقانیت کے دلائل سامنے آتے تو اس کے دِل

جاری ہے

**مفتی تقی عثمانیؒ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:**

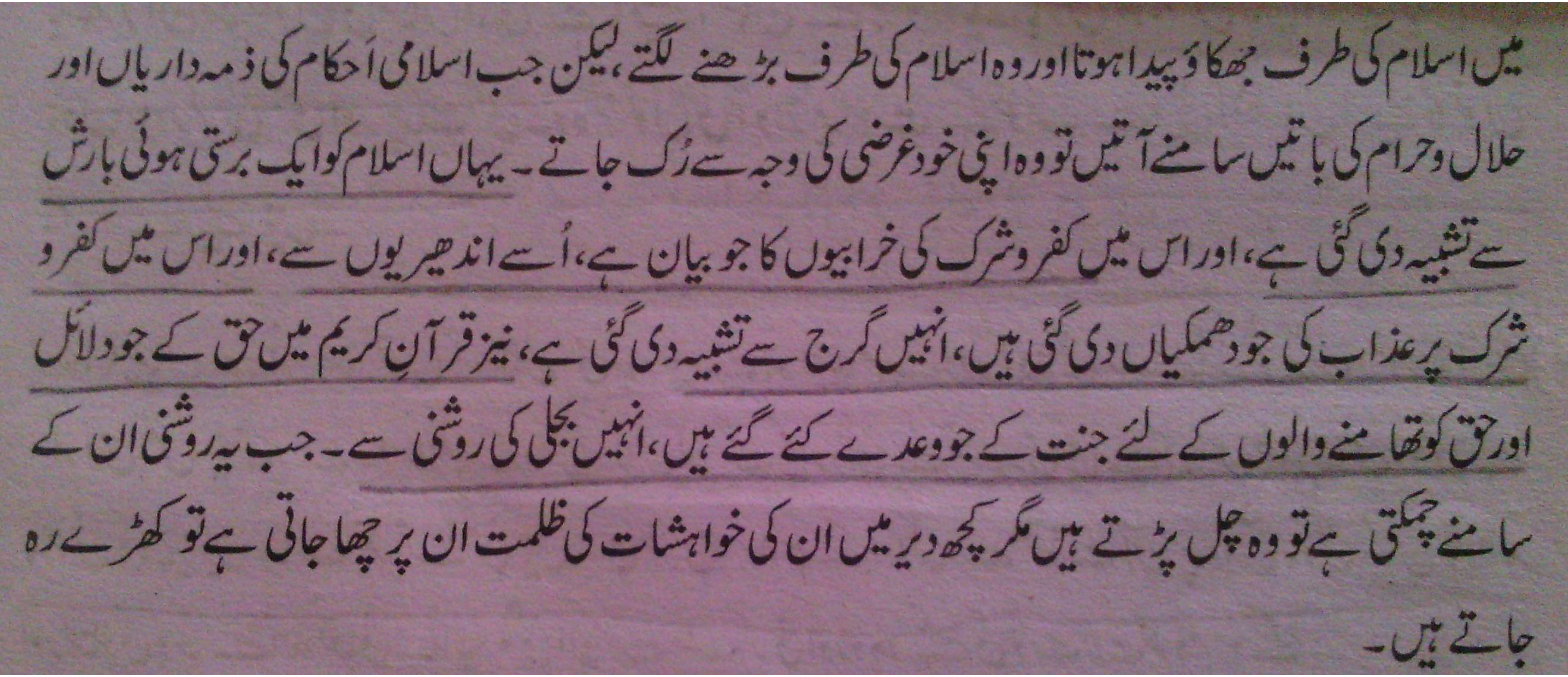

میں اسلام کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا اور وہ اسلام کی طرف بڑھنے لگتے، لیکن جب اسلامی اَحکام کی ذمہ داریاں اور حلال وحرام کی باتیں سامنے آتیں تو وہ اپنی خودغرضی کی وجہ سے رُک جاتے۔ یہاں اسلام کو ایک برستی ہوئی بارش سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس میں کفر وشرک کی خرابیوں کا جو بیان ہے، اُسے اندھیریوں سے، اور اس میں کفر و شرک پر عذاب کی جو دھمکیاں دی گئی ہیں، انہیں گرج سے تشبیہ دی گئی ہے، نیز قرآنِ کریم میں حق کے جو دلائل اور حق کو تھامنے والوں کے لئے جنت کے جو وعدے کئے گئے ہیں، انہیں بجلی کی روشنی سے۔ جب یہ روشنی ان کے سامنے چمکتی ہے تو وہ چل پڑتے ہیں مگر کچھ دیر میں ان کی خواہشات کی ظلمت ان پر چھا جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

**مولانا مودودیؒ (تفہیم القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:**

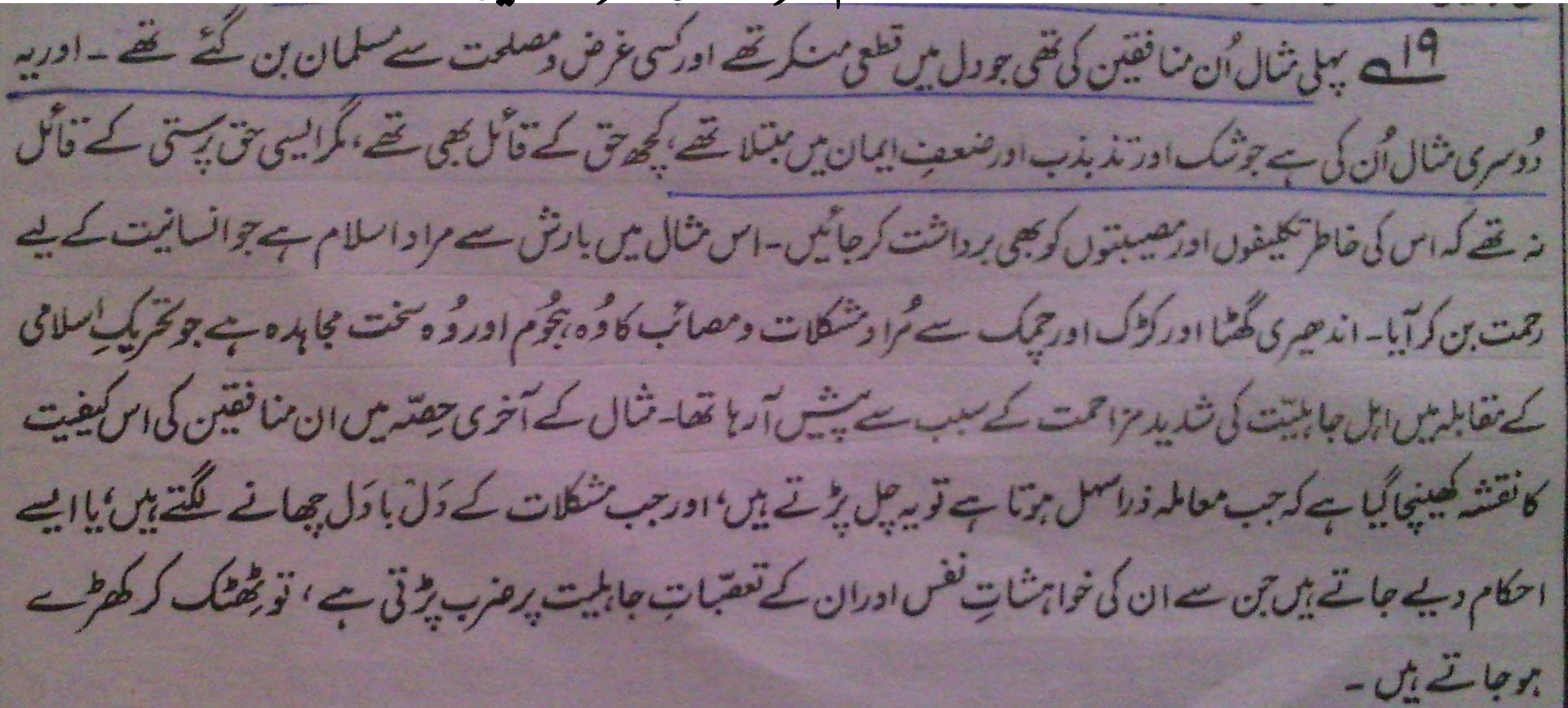

۱۹؎ پہلی مثال اُن منافقین کی تھی جو دل میں قطعی منکر تھے اور کسی غرض و مصلحت سے مسلمان بن گئے تھے۔ اور یہ دُوسری مثال اُن کی ہے جو شک اور تذبذب اور ضعفِ ایمان میں مبتلا تھے، کچھ حق کے قائل بھی تھے، مگر ایسی حق پرستی کے قائل نہ تھے کہ اس کی خاطر تکلیفوں اور مصیبتوں کو بھی برداشت کرجائیں۔ اس مثال میں بارش سے مراد اسلام ہے جو انسانیت کے لیے رحمت بن کر آیا۔ اندھیری گھٹا اور کڑک اور چمک سے مُراد مشکلات و مصائب کا وُہ ہجُوم اور وُہ سخت مجاہدہ ہے جو تحریکِ اسلامی کے مقابلہ میں اہلِ جاہلیت کی شدید مزاحمت کے سبب سے پیش آرہا تھا۔ مثال کے آخری حِصّہ میں ان منافقین کی اس کیفیت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب معاملہ ذرا سہل ہوتا ہے تو یہ چل پڑتے ہیں، اور جب مشکلات کے دَل بادل چھانے لگتے ہیں، یا ایسے احکام دیے جاتے ہیں جن سے ان کی خواہشاتِ نفس اور ان کے تعصّباتِ جاہلیت پر ضرب پڑتی ہے، تو ٹھٹک کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔

## مولانا مودودیؒ (تفہیم القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

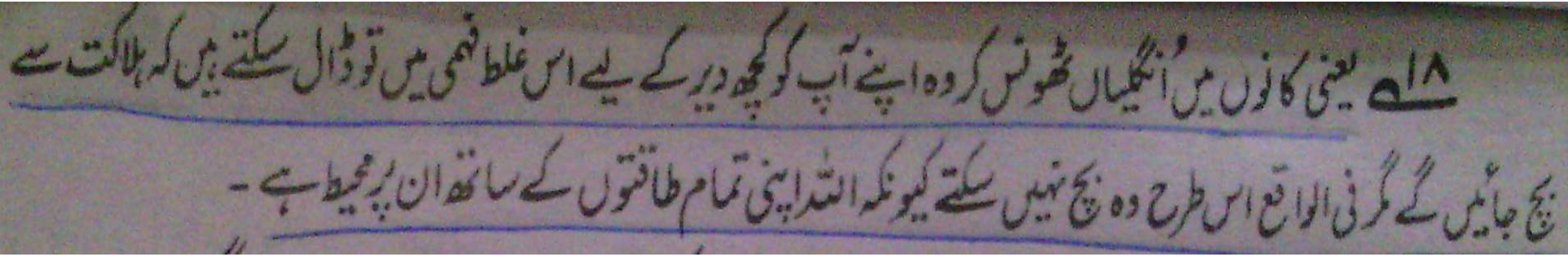

۱۸؎ یعنی کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر وہ اپنے آپ کو کچھ دیر کے لیے اس غلط فہمی میں تو ڈال سکتے ہیں کہ ہلاکت سے بچ جائیں گے مگر فی الواقع اس طرح وہ بچ نہیں سکتے کیونکہ اللہ اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ ان پر محیط ہے۔

## مولانا مودودیؒ ( تفہیم القرآن میں ) فرماتے ہیں کہ :

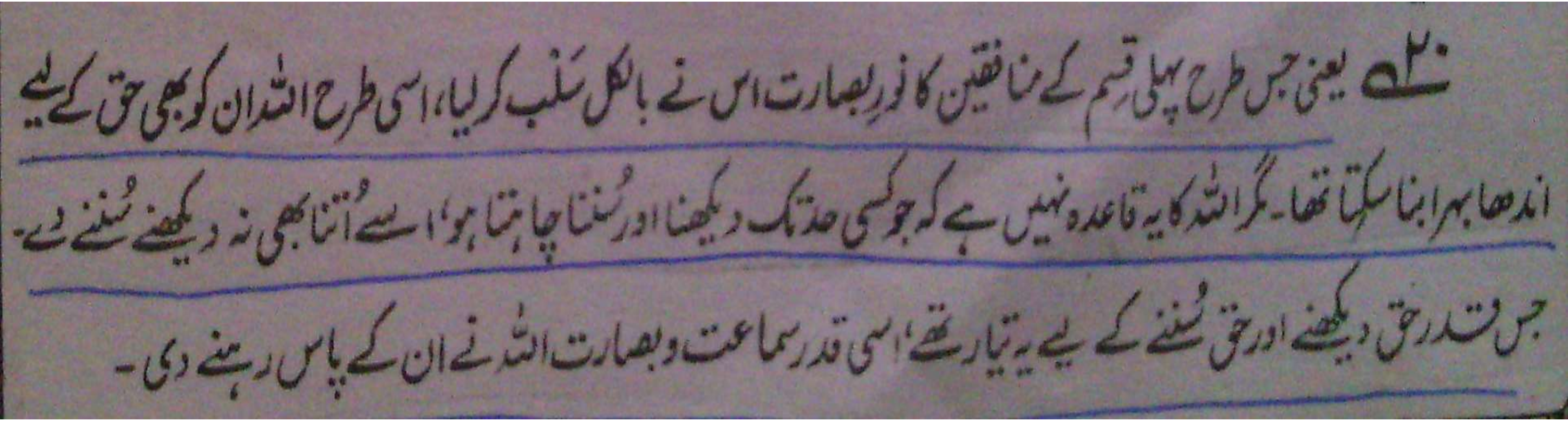

۲۰ یعنی جس طرح پہلی قسم کے منافقین کا نورِ بصارت اس نے بالکل سَلب کر لیا، اسی طرح اللہ ان کو بھی حق کے لیے اندھا بہرا بنا سکتا تھا۔ مگر اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ جو کسی حد تک دیکھنا اور سُننا چاہتا ہو، اسے اُتنا بھی نہ دیکھنے سُننے دے۔ جس قدر حق دیکھنے اور حق سُننے کے لیے یہ تیار تھے، اسی قدر سماعت و بصارت اللہ نے ان کے پاس رہنے دی۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ (تیسیر القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

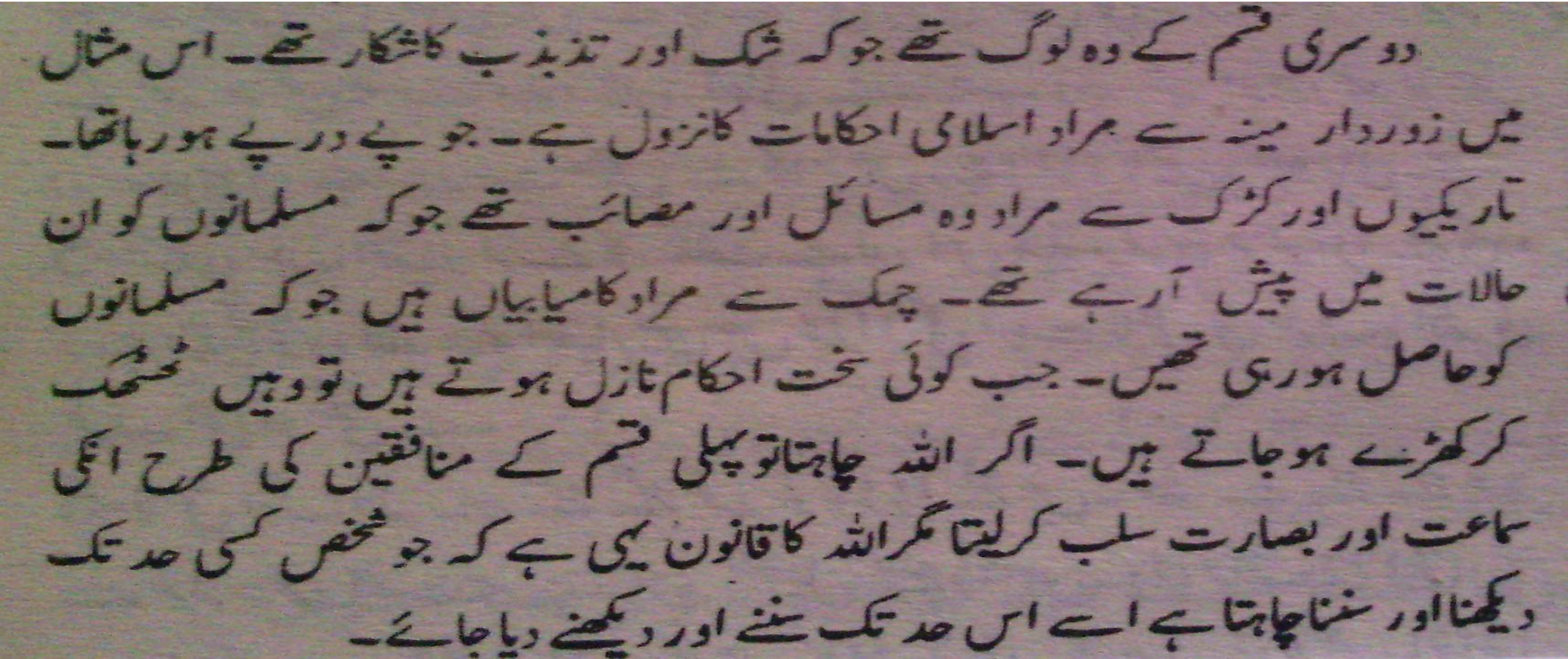

دوسری قسم کے وہ لوگ تھے جو کہ شک اور تذبذب کا شکار تھے۔ اس مثال میں زوردار مینہ سے مراد اسلامی احکامات کا نزول ہے۔ جو پے در پے ہو رہا تھا۔ تاریکیوں اور کڑک سے مراد وہ مسائل اور مصائب تھے جو کہ مسلمانوں کو ان حالات میں پیش آ رہے تھے۔ چمک سے مراد کامیابیاں ہیں جو کہ مسلمانوں کو حاصل ہو رہی تھیں۔ جب کوئی سخت احکام نازل ہوتے ہیں تو وہیں ٹھٹھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو پہلی قسم کے منافقین کی طرح انکی سماعت اور بصارت سلب کر لیتا مگر اللہ کا قانون یہی ہے کہ جو شخص کسی حد تک دیکھنا اور سننا چاہتا ہے اسے اس حد تک سننے اور دیکھنے دیا جائے۔

مفتی تقی عثمانی رح (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

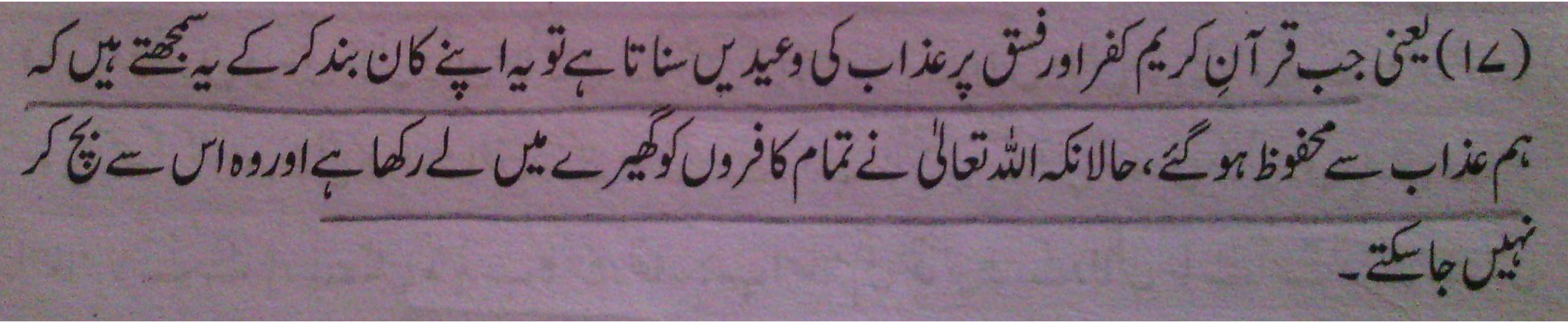

(۱۷) یعنی جب قرآنِ کریم کفر اور فسق پر عذاب کی وعیدیں سناتا ہے تو یہ اپنے کان بند کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عذاب سے محفوظ ہو گئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام کافروں کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور وہ اس سے بچ کر نہیں جاسکتے۔

## شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ( تفسیر عثمانی میں ) فرماتے ہیں کہ :

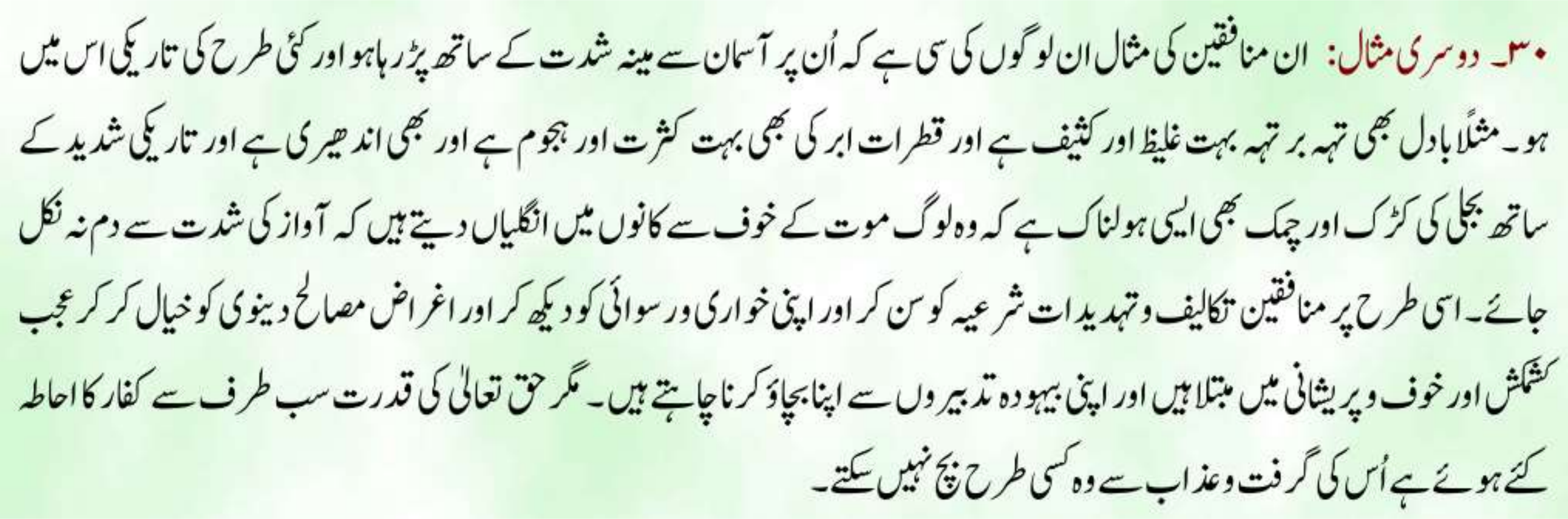

**۳۰۔ دوسری مثال:** ان منافقین کی مثال ان لوگوں کی سی ہے کہ اُن پر آسمان سے مینہ شدت کے ساتھ پڑ رہا ہو اور کئی طرح کی تاریکی اس میں ہو۔ مثلاً بادل بھی تہہ بر تہہ بہت غلیظ اور کثیف ہے اور قطرات ابر کی بھی بہت کثرت اور ہجوم ہے اور بھی اندھیری ہے اور تاریکی شدید کے ساتھ بجلی کی کڑک اور چمک بھی ایسی ہولناک ہے کہ وہ لوگ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں کہ آواز کی شدت سے دم نہ نکل جائے۔ اسی طرح پر منافقین تکالیف و تہدیدات شرعیہ کو سن کر اور اپنی خواری و رسوائی کو دیکھ کر اور اغراض مصالح دینوی کو خیال کر کر عجب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہیں اور اپنی بیہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی قدرت سب طرف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اُس کی گرفت و عذاب سے وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

# حدیث مبارکہ

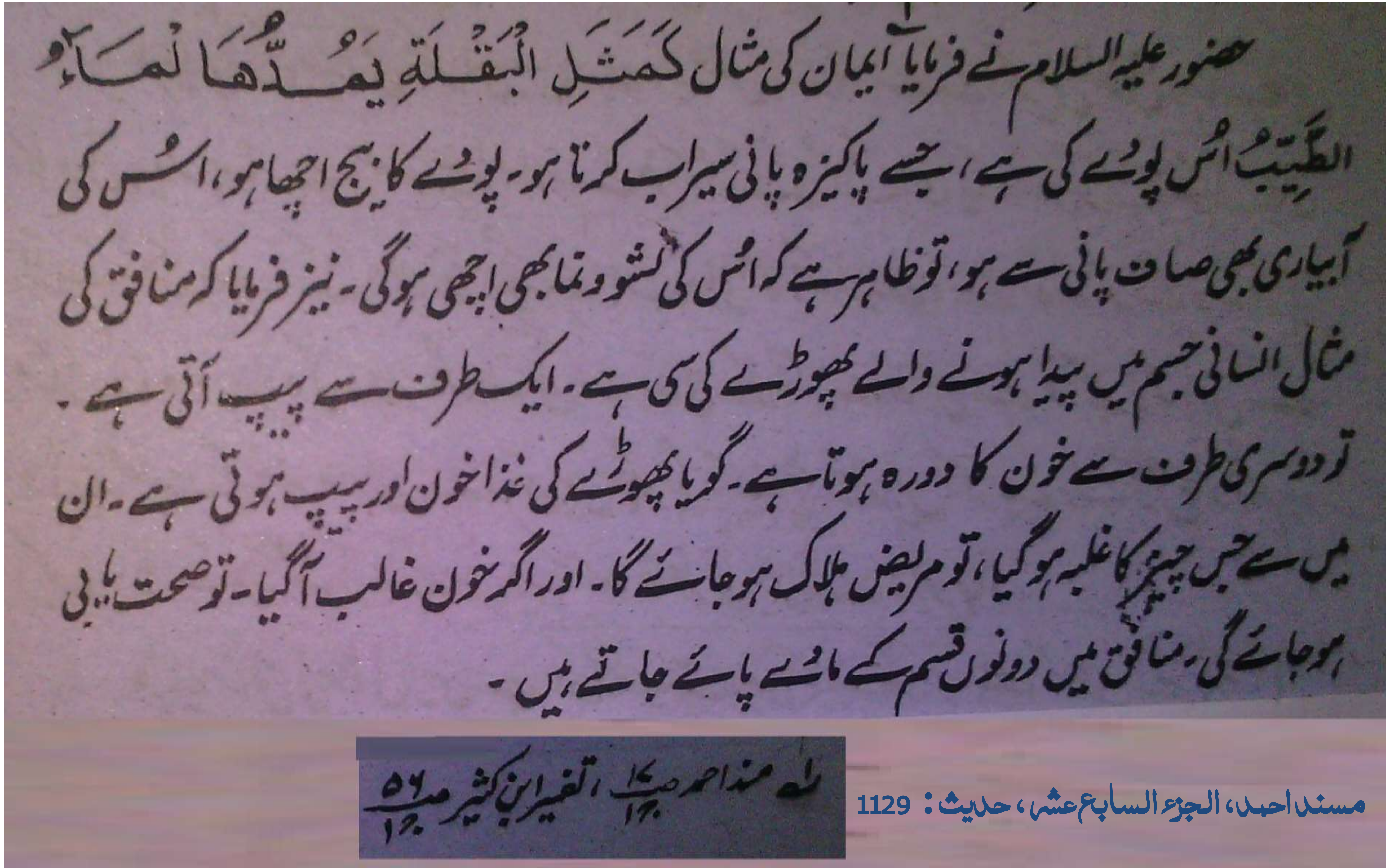

حضور علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی مثال کَمَثَلِ الْبَقْلَةِ يَمُدُّهَا الْمَآءُ الطَّيِّبُ اُس پودے کی ہے، جسے پاکیزہ پانی سیراب کرتا ہو۔ پودے کا بیج اچھا ہو، اُس کی آبیاری بھی صاف پانی سے ہو، تو ظاہر ہے کہ اُس کی نشو ونما بھی اچھی ہوگی۔ نیز فرمایا کہ منافق کی مثال انسانی جسم میں پیدا ہونے والے پھوڑے کی سی ہے۔ ایک طرف سے پیپ آتی ہے۔ تو دوسری طرف سے خون کا دورہ ہوتا ہے۔ گویا پھوڑے کی غذا خون اور پیپ ہوتی ہے۔ ان میں سے جس چیز کا غلبہ ہوگیا، تو مریض ہلاک ہو جائے گا۔ اور اگر خون غالب آگیا۔ تو صحت یابی ہو جائے گی، منافق میں دونوں قسم کے مادے پائے جاتے ہیں۔

[له] مسند احمد ص۱۷ ج۱، تفسیر ابن کثیر ص۵۶ ج۱

مسند احمد، الجزء السابع عشر، حدیث : 1129

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

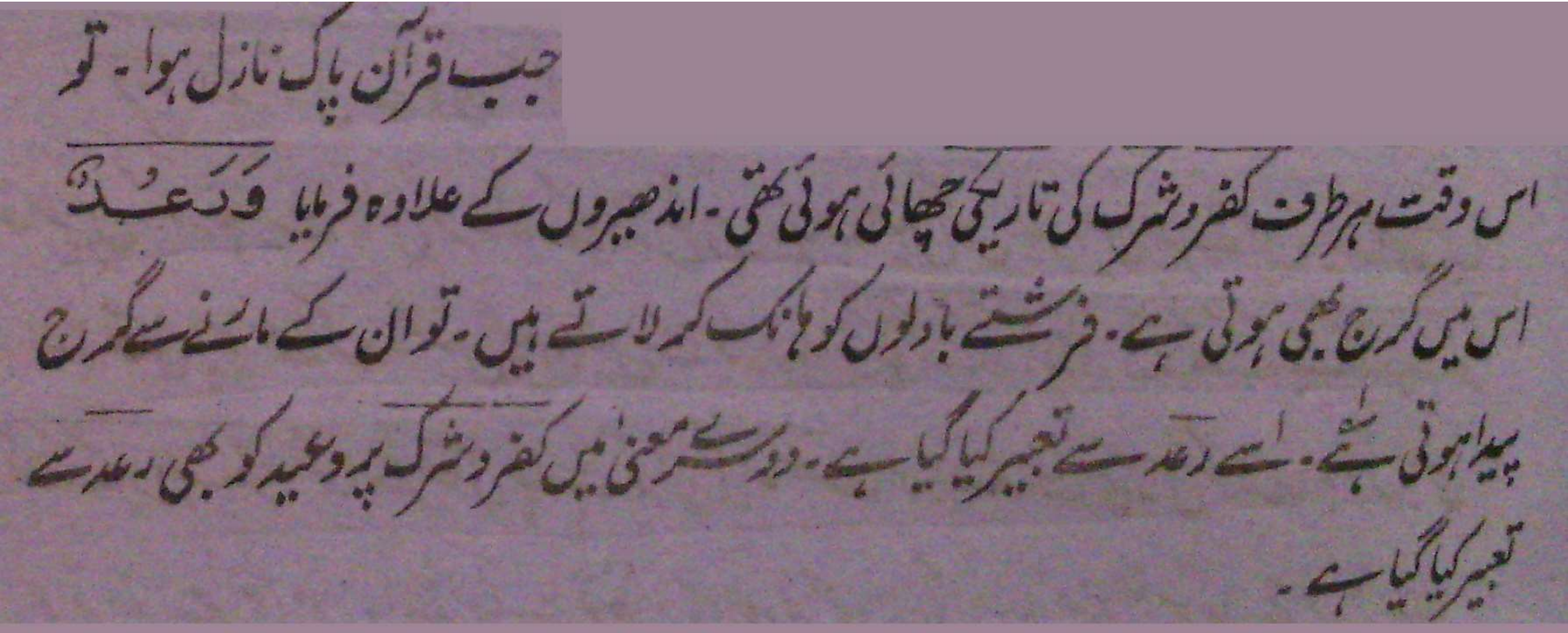

جب قرآن پاک نازل ہوا۔ تو

اس وقت ہر طرف کفر و شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اندھیروں کے علاوہ فرمایا وَرَعْدٌ
اس میں گرج بھی ہوتی ہے۔ فرشتے بادلوں کو ہانک کر لاتے ہیں۔ تو ان کے مارنے سے گرج
پیدا ہوتی ہے۔ اسے رعد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرے معنی میں کفر و شرک پر وعید کو بھی رعد سے
تعبیر کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

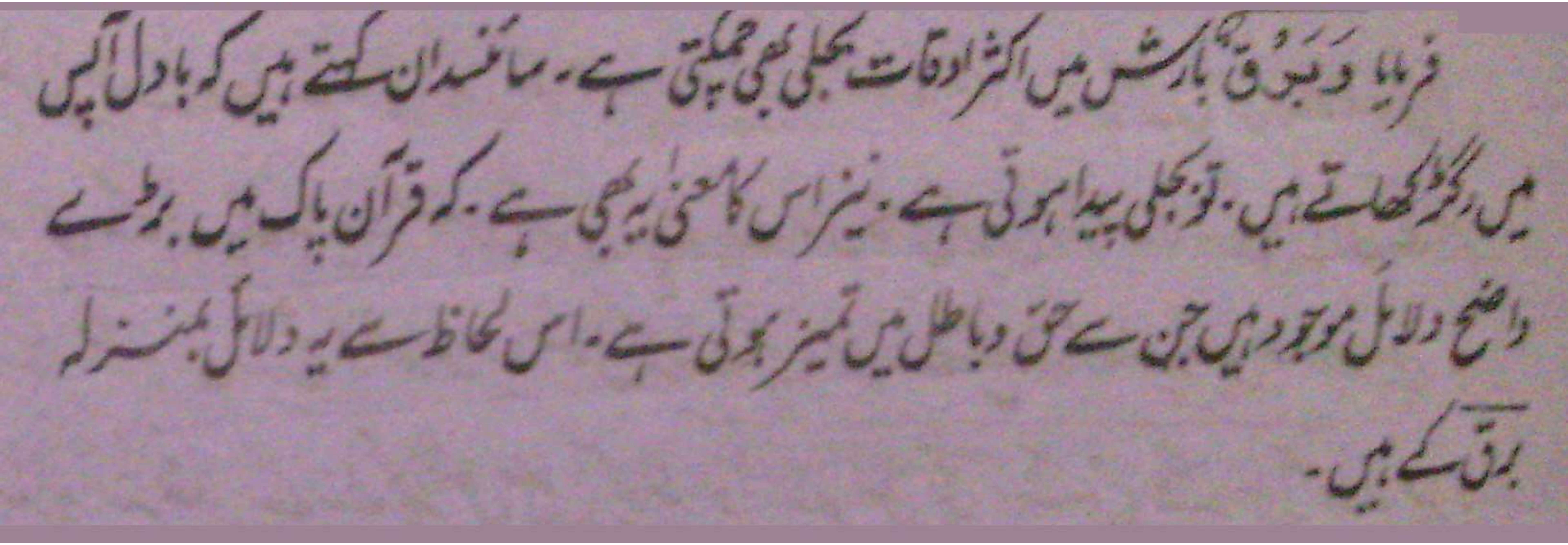

فرمایا وَبَرْقٌ بارش میں اکثر اوقات بجلی بھی چمکتی ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ بادل آپس میں ٹکر کھاتے ہیں۔ تو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ نیز اس کا معنیٰ یہ بھی ہے۔ کہ قرآن پاک میں بڑے واضح دلائل موجود ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ دلائل بمنزلہ برق کے ہیں۔

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

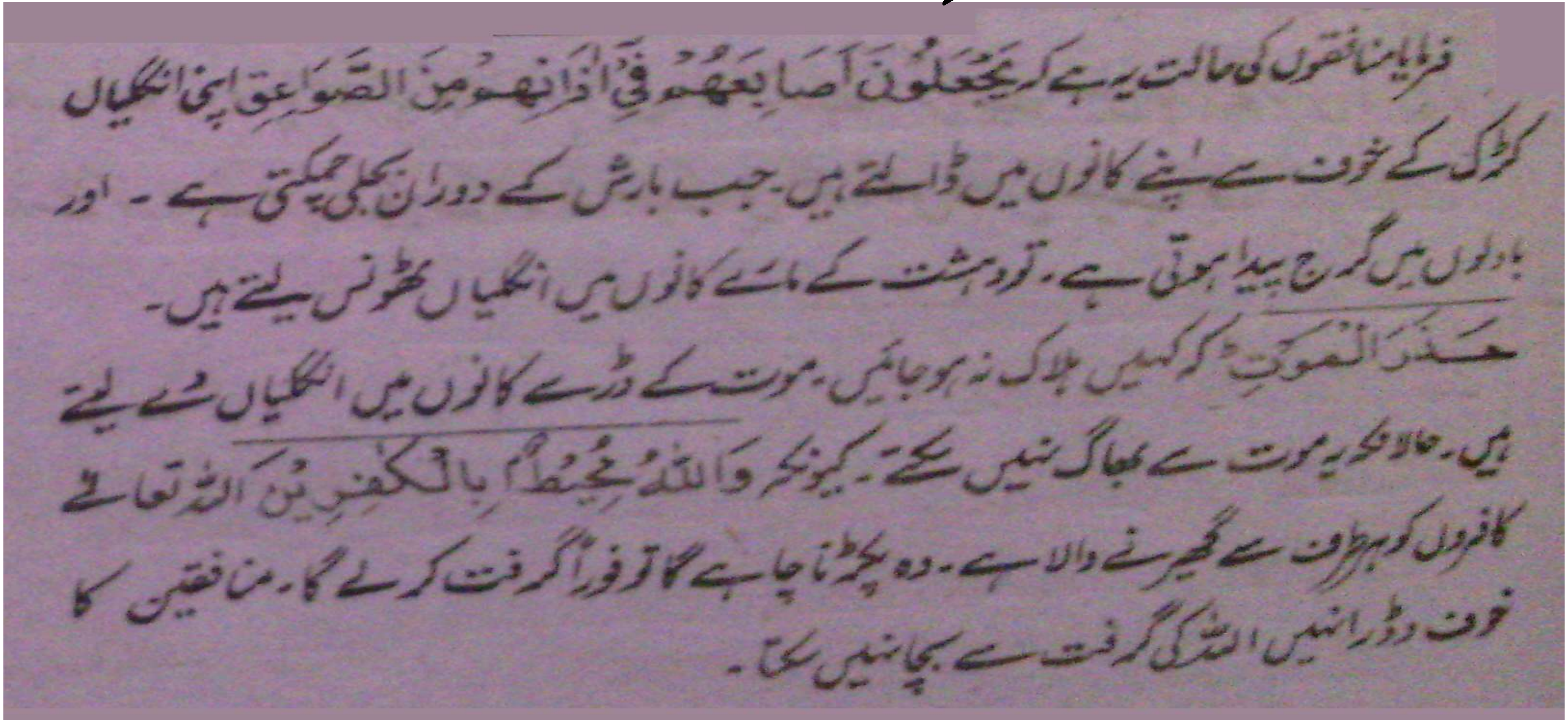

فرمایا منافقوں کی حالت یہ ہے کہ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ اپنی انگلیاں کڑک کے خوف سے اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔ جب بارش کے دوران بجلی چمکتی ہے۔ اور بادلوں میں گرج پیدا ہوتی ہے۔ تو دہشت کے مارے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ حَذَرَ الْمَوْتِ کہ کہیں ہلاک نہ ہو جائیں۔ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ موت سے بھاگ نہیں سکتے۔ کیونکہ وَاللّٰہُ مُحِیْطٌۢ بِالْکٰفِرِیْنَ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہر طرف سے گھیرنے والا ہے۔ وہ پکڑنا چاہے گا تو فوراً گرفت کرے گا۔ منافقین کا خوف ڈر انہیں اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکتا۔

# حدیث مبارکہ

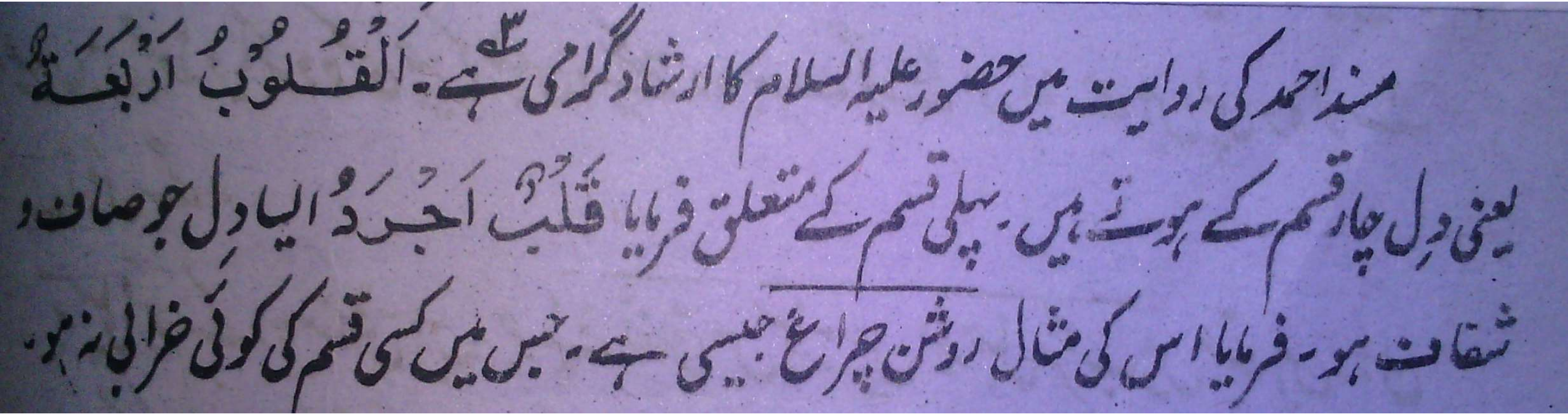

مسند احمد کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۳۔ اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَۃٌ
یعنی دِل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے متعلق فرمایا قَلْبٌ اَجْرَدُ ایسا دِل جو صاف و
شفاف ہو۔ فرمایا اس کی مثال روشن چراغ جیسی ہے۔ جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو۔

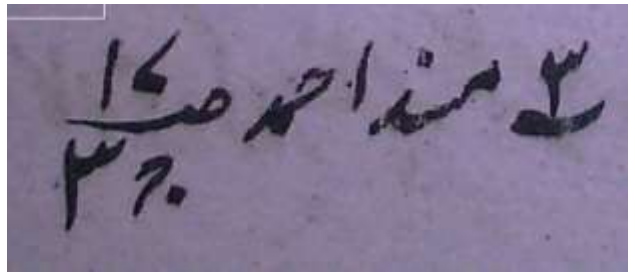

۳ مسند احمد ص ۱۷ ج ۳

جاری ہے

# حدیث مبارکہ

حدیث کی تشریح

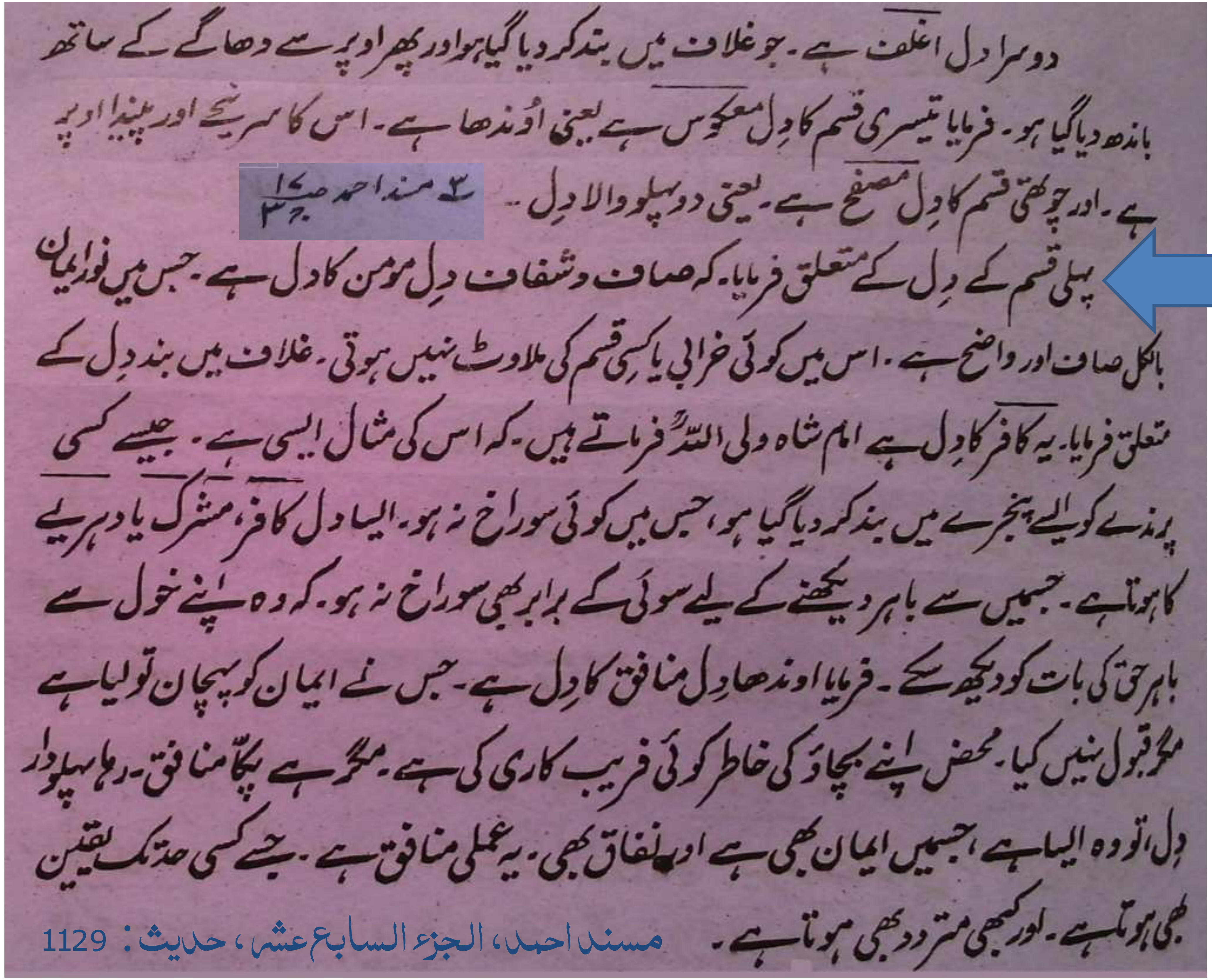

دوسرا دل اغلف ہے۔ جو غلاف میں بند کر دیا گیا ہو اور پھر اوپر سے دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا ہو۔ فرمایا تیسری قسم کا دِل معکوس ہے یعنی اُوندھا ہے۔ اس کا سر نیچے اور پیندا اوپر ہے۔ اور چوتھی قسم کا دِل مصفح ہے۔ یعنی دو پہلو والا دِل۔ ٣ مسند احمد ص۱۷ ج۳

پہلی قسم کے دِل کے متعلق فرمایا۔ کہ صاف و شفاف دِل مومن کا دل ہے۔ جس میں نورِ ایمان بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس میں کوئی خرابی یا کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ غلاف میں بند دِل کے متعلق فرمایا۔ یہ کافر کا دِل ہے امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی پرندے کو ایسے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو، جس میں کوئی سوراخ نہ ہو۔ ایسا دل کافر، مشرک یا دہریے کا ہوتا ہے۔ جسمیں سے باہر دیکھنے کے لیے سوئی کے برابر بھی سوراخ نہ ہو۔ کہ وہ اپنے خول سے باہر حق کی بات کو دیکھ سکے۔ فرمایا اوندھا دِل منافق کا دِل ہے۔ جس نے ایمان کو پہچان تو لیا ہے مگر قبول نہیں کیا۔ محض اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی فریب کاری کی ہے۔ مگر ہے پکّا منافق۔ رہا پہلو دار دِل، تو وہ ایسا ہے، جسمیں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی۔ یہ عملی منافق ہے۔ جسے کسی حد تک یقین بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی متردد بھی ہوتا ہے۔

مسند احمد، الجزء السابع عشر، حدیث: 1129

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ

اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ ع

## شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

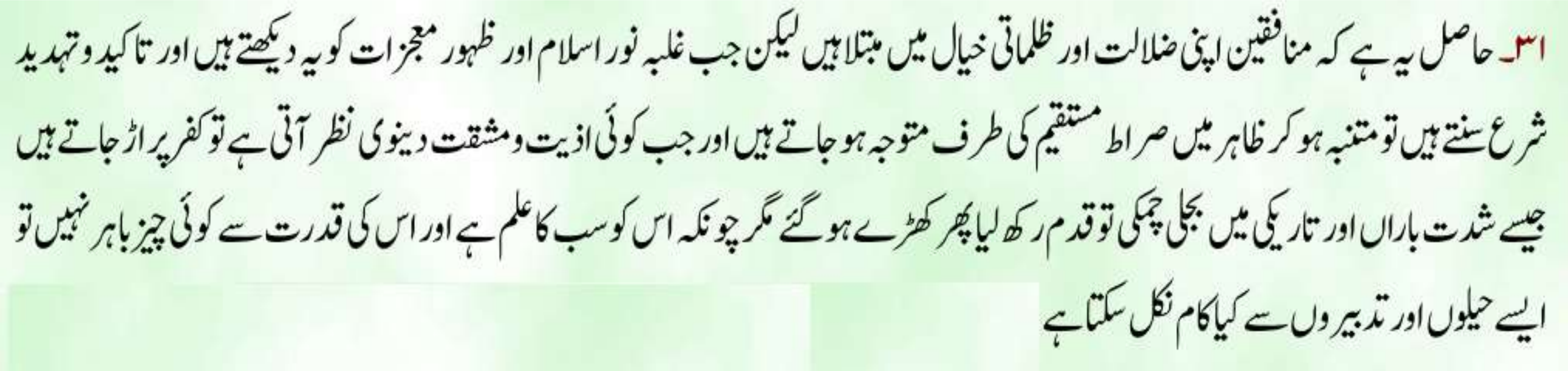

۱۳۔ حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالت اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبہ نور اسلام اور ظہور معجزات کو یہ دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدید شرع سنتے ہیں تو متنبہ ہو کر ظاہر میں صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اذیت و مشقت دینوی نظر آتی ہے تو کفر پر اڑ جاتے ہیں جیسے شدت باراں اور تاریکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہو گئے مگر چونکہ اس کو سب کا علم ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ایسے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

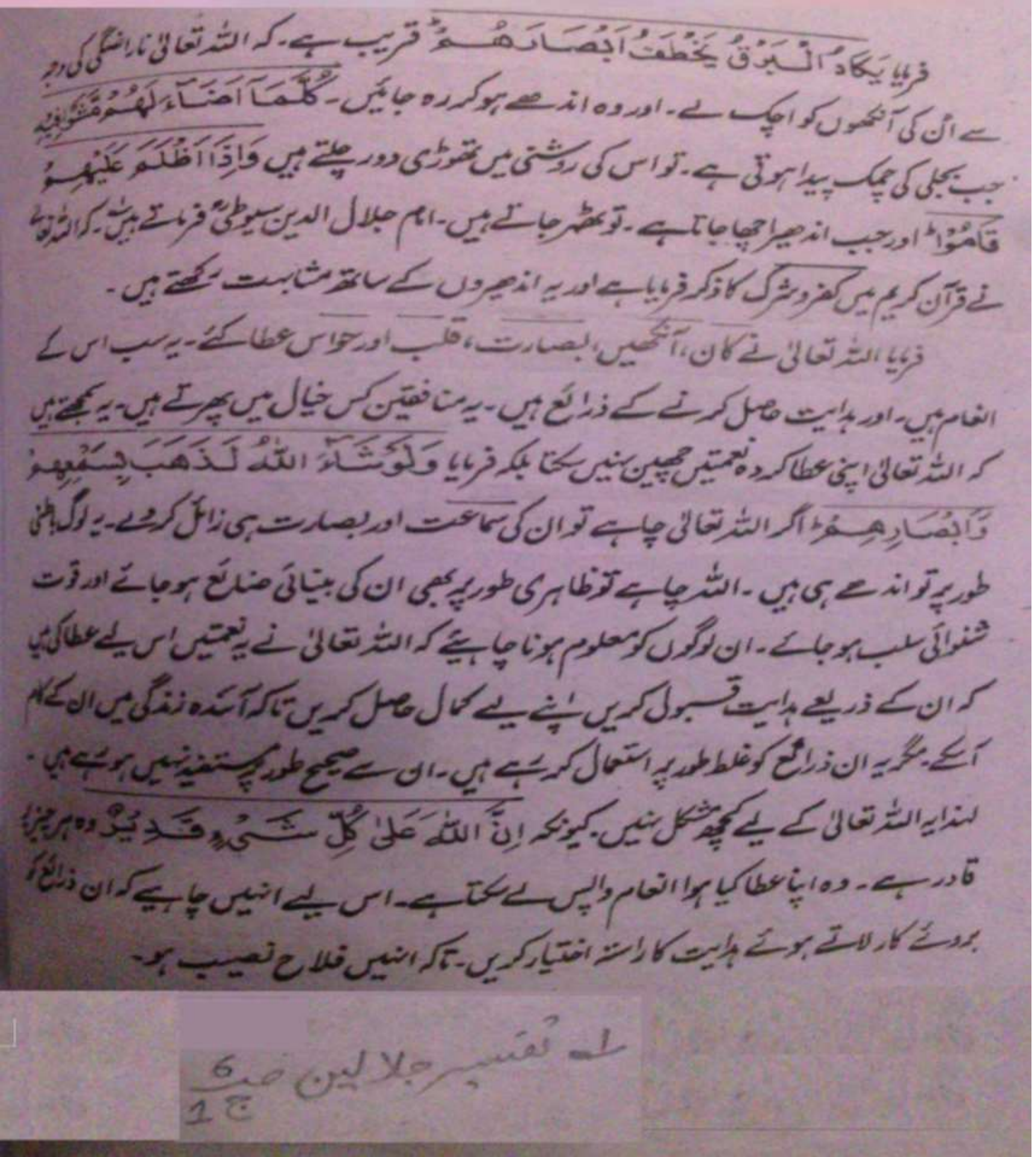

فرمایا یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ قریب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ناراضگی کی وجہ سے ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ اور وہ اندھے ہو کر رہ جائیں۔ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ جب بجلی کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ تو اس کی روشنی میں تھوڑی دور چلتے ہیں وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو ٹھہر جاتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں[1]۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کفر و شرک کا ذکر فرمایا ہے اور یہ اندھیروں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کان، آنکھیں، بصارت، قلب اور حواس عطا کئے۔ یہ سب اس کے انعام ہیں۔ اور ہدایت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ یہ منافقین کس خیال میں پھرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمتیں چھین نہیں سکتا بلکہ فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سماعت اور بصارت ہی زائل کر دے۔ یہ لوگ باطنی طور پر تو اندھے ہی ہیں۔ اللہ چاہے تو ظاہری طور پر بھی ان کی بینائی ضائع ہو جائے اور قوت شنوائی سلب ہو جائے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ ان کے ذریعے ہدایت قبول کریں اپنے لیے کمال حاصل کریں تاکہ آئندہ زندگی میں ان کے کام آسکے۔ مگر یہ ان ذرائع کو غلط طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ان سے صحیح طور پر مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنا عطا کیا ہوا انعام واپس لے سکتا ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ ان ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔ تاکہ انہیں فلاح نصیب ہو۔

---

[1] تفسیر جلالین ص 6 ج 1

# جزاكم الله واحسن الجزا

مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

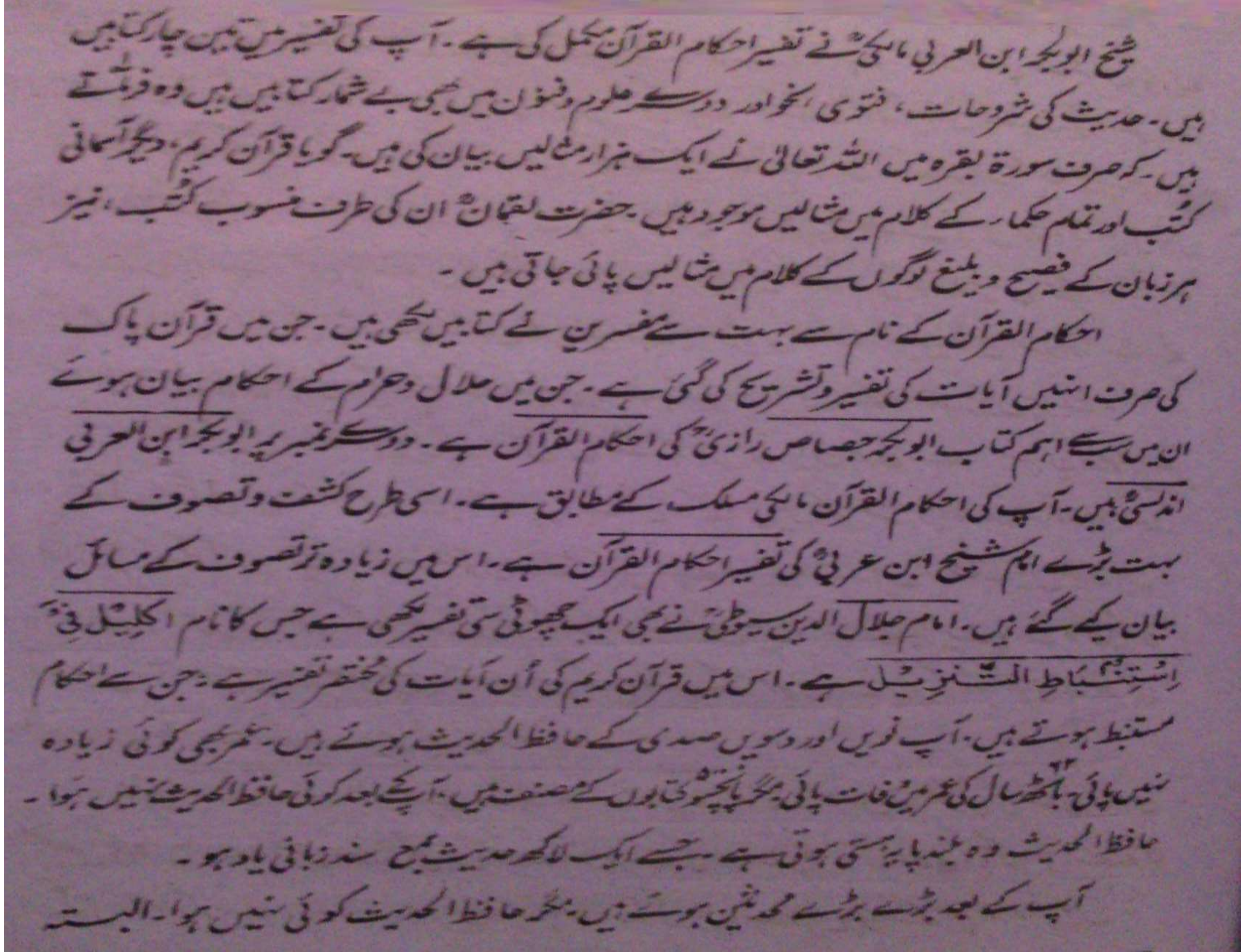

شیخ ابوبکر ابن العربی مالکیؒ نے تفسیر احکام القرآن مکمل کی ہے۔ آپ کی تفسیر میں تین چار کتابیں ہیں۔ حدیث کی شروحات، فتویٰ، النحو اور دوسرے علوم و فنون میں بھی بے شمار کتابیں ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ صرف سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مثالیں بیان کی ہیں۔ گویا قرآن کریم، دیگر آسمانی کتب اور تمام حکماء کے کلام میں مثالیں موجود ہیں۔ حضرت لقمانؑ ان کی طرف منسوب کتب، نیز ہر زبان کے فصیح و بلیغ لوگوں کے کلام میں مثالیں پائی جاتی ہیں۔

احکام القرآن کے نام سے بہت سے مفسرین نے کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں قرآن پاک کی صرف انہیں آیات کی تفسیر و تشریح کی گئی ہے۔ جن میں حلال و حرام کے احکام بیان ہوئے ان میں سب سے اہم کتاب ابوبکر جصاص رازیؒ کی احکام القرآن ہے۔ دوسرے نمبر پر ابوبکر ابن العربی اندلسیؒ ہیں۔ آپ کی احکام القرآن مالکی مسلک کے مطابق ہے۔ اسی طرح کشف و تصوف کے بہت بڑے امام شیخ ابن عربیؒ کی تفسیر احکام القرآن ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ایک چھوٹی سی تفسیر لکھی ہے جس کا نام الاکلیل فی اِستِنبَاطِ التَّنزِیل ہے۔ اس میں قرآن کریم کی اُن آیات کی مختصر تفسیر ہے۔ جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ آپ نویں اور دسویں صدی کے حافظ الحدیث ہوئے ہیں۔ عمر بھی کوئی زیادہ نہیں پائی۔ باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مگر پانچسو کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کے بعد کوئی حافظ الحدیث نہیں ہوا۔

حافظ الحدیث وہ بلند پایہ ہستی ہوتی ہے جسے ایک لاکھ حدیث مع سند زبانی یاد ہو۔

آپ کے بعد بڑے بڑے محدثین ہوئے ہیں۔ مگر حافظ الحدیث کوئی نہیں ہوا۔ البتہ

جاری ہے

## مولانا عبدالحمید سواتیؒ (معالم العرفان میں) فرماتے ہیں کہ:

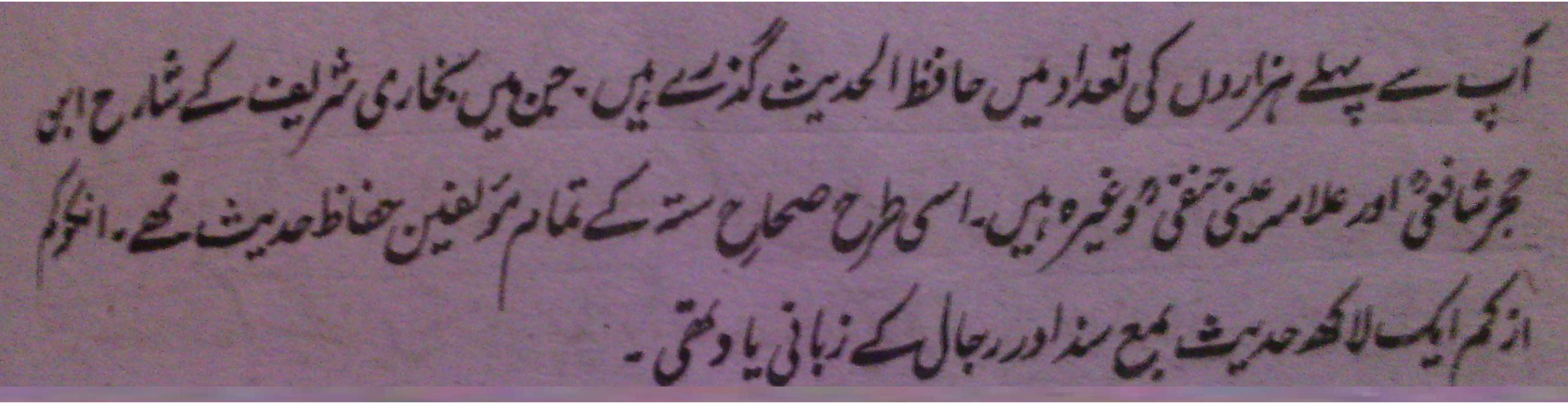

آپ سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں حافظ الحدیث گذرے ہیں۔ جن میں بخاری شریف کے شارح ابن حجر شافعیؒ اور علامہ عینی حنفیؒ وغیرہ ہیں۔ اسی طرح صحاح ستہ کے تمام مؤلفین حفاظ حدیث تھے۔ ان کو کم از کم ایک لاکھ حدیث بمع سند اور رجال کے زبانی یاد تھی۔

---

صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَجَوَازِ تَرْكِ ذَلِكَ فِي بَعْضِ الأَوْقَاتِ وَالِاشْتِغَالِ بِالدُّنْيَا ، حدیث: 7142

وقال ابن أبی ملکیة أدرکت ثلاثین من أصحاب النبی صلی الله علیه و سلم

کلهم یخاف النفاق علی نفسه ما منهم أحد یقول إنه علی إیمان جبریل

ومیکائیل ویذکر عن الحسن ما خافه إلا مؤمن ولا أمنه إلا منافق

صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب : خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر

عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ قَالَ - وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ - لَقِيَنِى أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ قَالَ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلاَدَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا. فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - «وَمَا ذَاكَ». قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلاَدَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - «وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِى وَفِى الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِى طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً». ثَلاَثَ مَرَّاتٍ.

صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِى أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَجَوَازِ تَرْكِ ذَلِكَ فِى بَعْضِ الأَوْقَاتِ وَالاِشْتِغَالِ بِالدُّنْيَا ، حديث: 7142

حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ يَعْنِى شَيْبَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِى الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِى سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **الْقُلُوبُ أَرْبَعَةٌ قَلْبٌ أَجْرَدُ** فِيهِ مِثْلُ السِّرَاجِ يُزْهِرُ وَقَلْبٌ أَغْلَفُ مَرْبُوطٌ عَلَى غِلَافِهِ وَقَلْبٌ مَنْكُوسٌ وَقَلْبٌ مُصْفَحٌ فَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَجْرَدُ فَقَلْبُ الْمُؤْمِنِ سِرَاجُهُ فِيهِ نُورُهُ وَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَغْلَفُ فَقَلْبُ الْكَافِرِ وَأَمَّا الْقَلْبُ الْمَنْكُوسُ فَقَلْبُ الْمُنَافِقِ عَرَفَ ثُمَّ أَنْكَرَ وَأَمَّا الْقَلْبُ الْمُصْفَحُ فَقَلْبٌ فِيهِ إِيمَانٌ وَنِفَاقٌ فَمَثَلُ الْإِيمَانِ فِيهِ **كَمَثَلِ الْبَقْلَةِ يَمُدُّهَا الْمَاءُ الطَّيِّبُ** وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِيهِ كَمَثَلِ الْقُرْحَةِ يَمُدُّهَا الْقَيْحُ وَالدَّمُ فَأَيُّ الْمَدَّتَيْنِ غَلَبَتْ عَلَى الْأُخْرَى غَلَبَتْ عَلَيْهِ

مسند احمد، الجزء السابع عشر، حديث : 1129